وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے سمجھے!

جلد 9	شمارہ 05	رجب 1436ھ	مئی 2015ء

ISSN 2305-6231

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت

ڈاکٹر محمد سعد صدیقی

حافظ مختار احمد گوندل

پروفیسر خلیل الرحمٰن

محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

تزئین و گرافکس: جواد عمر

قانونی مشاورت:

محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ، چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

ترسیل زر بنام: انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

اہل ثروت حضرات کے لیے تاحیات زر تعاون سترہ ہزار روپے یکمشت

سالانہ زر تعاون: اندرونِ ملک 400 روپے، قیمت فی شمارہ 40 روپے

قرآن اکیڈمی جھنگ

لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر پاکستان پوسٹ کوڈ 35200

047-7630861-7630863

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com

ویب سائٹ: www.hikmatbaalgha.com

www.hamditabligh.net

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی طابع: محمد فیاض مطبع: سلطان باہو پریس، فوارہ چوک، جھنگ صدر

اَلْكَلِمَةُ الْحِكْمَةُ ضَآلَّةُ الْمُؤْمِنِ فَحَيْثُ وَجَدَهَا فَهُوَ اَحَقُّ بِهَا (ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ متاع ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا زیادہ حق دار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	سورۃ البروج	3
2	بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو	انجینئر مختار فاروقی	6
4	مدارس ___ حقیقت، مغالطے، اصلاح کی تدابیر	پروفیسر رشید احمد انگوی	16
5	تم کیسے منصف ہو؟		27
6	میڈیا کی مادر پدر آزادی اور بے حیائی کی کھلی چھٹی بنت حوا پیکر شرم وحیا یا شمع محفل	محمد منظور انور	29
7	ہماری جامعات: سامراجی نقطۂ نظر کی پرورش گاہیں	ایس ایم محمد ادریس	34
8	دیواروں پر اشتہار چسپاں کرنا	مفتی وزیر احمد	40
9	اہل علم کے تاثرات		45
10	تبصرہ وتعارف کتب		60

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 6 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں (ادارہ)

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

سورۃ البروج (85) ، آیات 22 ، رکوع 1

(09-01)

سورۃ البروج میں کفار کو اُس ظلم وستم کے برے انجام سے خبردار کیا گیا ہے جو وہ ایمان لانے والوں پر کر رہے تھے اور اہل ایمان کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر وہ ان نامساعد حالات کے باوجود دین حق پر جمے رہیں گے تو ان کو اس کا بہترین اجر ملے گا۔ اس سلسلے میں اَصحابُ الاخدود کا تذکرہ کیا گیا جنہوں نے اپنے زمانے میں ایمان لانے والوں کو آگ کے گڑھے میں پھینک کر جلا دیا تھا۔ اس تذکرہ کے ضمن میں کفار کو تنبیہ ہے کہ وہ اَصحابُ الاخدود کی طرح اللہ کی مار کے مستحق بن رہے ہیں اور اہل ایمان کے لیے سبق ہے کہ اُس وقت کے اہل ایمان کی طرح مشکل کی اس گھڑی میں ثابت قدمی اختیار کریں۔ جس اللہ پر تم ایمان لائے ہو وہ سب پر غالب اور قابل حمد، زمین و آسمان کی سلطنت کا مالک اور دونوں گروہوں کے حالات کو دیکھ رہا ہے۔ لہٰذا اگر یہ کافر باز نہ آئے تو ان کے لیے نہ صرف کفر کی سزا عذابِ جہنم کی صورت میں ہوگی بلکہ مزید آگ میں جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔ اور اگر اہل ایمان ثابت قدم رہے تو اللہ تعالیٰ انہیں بڑی کامیابی کی جگہ جنت ہمیشہ ہمیش کے لیے عطا فرما دے گا۔ آخر میں قرآن مجید کی عظمت کا بیان ہے کہ کفار جس کتاب کو جھٹلا رہے ہیں یہ کوئی معمولی کلام نہیں بلکہ بڑی بزرگی والی کتاب ہے جس کا منبع لوحِ محفوظ ہے، اس کی ہر بات پوری ہو کر رہے گی۔

اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

وَ السَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ○

آسمان کی قسم جس میں برج ہیں

وَ الۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ○ وَ شَاهِدٍ وَّ مَشۡهُوۡدٍ ○

اور اس دن کی جس کا وعدہ ہے اور حاضر ہونے والے کی

اور جو اس کے پاس حاضر کیا جائے اس کی

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ○ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ○

کہ خندقوں (کے کھودنے) والے ہلاک کر دیے گئے (یعنی)

آگ (کی خندقیں) جس میں ایندھن (جھونک رکھا) تھا

اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ○

جب کہ وہ ان (کے کناروں) پر بیٹھے ہوئے تھے

وَّ هُمۡ عَلٰى مَا يَفۡعَلُوۡنَ بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ شُهُوۡدٌ ○

اور جو (سختیاں) اہل ایمان پر کر رہے تھے ان کو سامنے دیکھ رہے تھے

وَ مَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ ○

ان کو مومنوں کی یہی بات بُری لگتی تھی کہ وہ اللہ پر

ایمان لائے ہوئے تھے جو غالب اور قابل ستائش ہے

الَّذِىۡ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ

جس کی آسمانوں اور زمین میں بادشاہت ہے

وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ ○

اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے

صَدَقَ اللّٰهُ الۡعَظِيۡم

بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات

1

أَدْخَلَ اللّٰهُ الْجَنَّةَ رَجُلًا كَانَ سَهْلًا مُشْتَرِيًا وَ بَايِعًا وَ قَاضِيًا وَ مُقْتَضِيًا

(نسائی عن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ)

”اللہ تعالیٰ اس آدمی کو جنت میں داخل کرے گا جو آسانی کرنے والا ہو خریدنے میں اور بیچنے میں اور (دوسروں کا حق) ادا کرنے میں اور (اپنے حق کا) وصول کرنے میں“

2

اِذَا اَتَاكُمْ كَرِيمُ قَوْمٍ فَاَكْرِمُوْهُ

(ابن ماجہ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

جب تمہارے پاس کسی قوم کا معزز شخص (یا سردار) آئے تو تم اس کا احترام کرو۔

الجَامعُ الصَّغِير فی احادیث البشیروالنذیر، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللّٰہ

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم (1)

انجینئر مختار فاروقی

فارسی زبان کا یہ مصرعہ اُمت مسلمہ کے 60 آزاد ممالک اور کئی عظیم ملکوں کی عظیم اقلیتوں کے دردانگیز حالات کی صحیح صحیح نقشہ کشی کررہا ہے۔ ہر ماہ کے حرفِ آرزو کے تحت اپنا دردِ دل بیان کرنے کے بعد احساس ہوتا ہے کہ اللہ کرے کہ اگلے ماہ کوئی اور سانحہ یا خون رُلانے والا واقعہ رونما نہ ہو، مگر ہماری تمنائیں اور آرزوئیں (WISHFUL THINKINGS) اپنی جگہ، اور خالق ارض وسماء کے بے لاگ اصول اور شانِ احدیت وصمدیت کے تقاضے اپنی جگہ، ہوتا وہی ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے اور اُمت مسلمہ کا درد رکھنے والے 'صبر جمیل' (2) کے سوا کوئی راستہ نہیں پاتے اور یہ اسی ذات حق تعالیٰ کی شانِ رحیمی ہے کہ وہ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيْلًا سے مسلسل بچا رہا ہے اور یہ اسی (سبحانہ وتعالیٰ) کی رحمت کا سایہ اور اسی کی میسر کردہ ذہنی وفکری وعملی وقولی و قدمی استقلال کی توفیق ہے جو ہمیں ـــــ امت مسلمہ کے شاندار مستقبل اور پاکستان کے آئندہ اس سنہری وِرُو پہلی دور میں نقطۂ پرکار کی سی مرکزی حیثیت کے تصور کا دامن ذہن سے اوجھل نہیں

1۔ جسدِ ملت کا ہر عضو زخموں سے چور ہے (فوری آرام کے لیے) رُوئی کہاں کہاں رکھی جائے۔

2۔ خوبصورت صبر۔

ہونے دیتی یعنی بقولِ اقبال ُدل مرتضٰی رضی اللہ عنہ' اور سوز صدیق رضی اللہ عنہ (1) کے طلب گار بنے رہتے ہیں اوراس کے لئے دست بدعا رہتے ہیں کہ علامہ اقبال کا یہی نورِ بصیرت عام ہوجائے۔

ان سطور میں ملت اسلامیہ اور مسلمانانِ پاکستان کے جن زخموں کا تذکرہ کرکے ان پر روئی رکھنے کی آرزُو ہے وہ یہ ہیں:

1۔ بنگلہ دیش میں پاکستانیت کا قتل اور ہماری کرکٹ ڈپلومیسی

پاکستان ایک نظریاتی ملک ہے اور 1940ء_1947ء کی بے مثال تحریک کے بعد مسلم لیگ کے دوقومی نظریہ کی عوامی پذیرائی کا نتیجہ ہے۔ اُس وقت دو پاکستان تھے، ایک مغربی پاکستان کہلاتا تھا اور دوسرا مشرقی پاکستان کہلاتا تھا۔ ہماری قیادت کی نااہلی کی وجہ سے ملک میں مارشل لاء لگا (1958ء) اور مشرقی پاکستان پر مغربی پاکستان کی بالادستی کی راہ ہموار ہوگئی۔ فوج، بیوروکریسی اور جاگیردارانہ سیاست کے مہروں نے نفرت کے بیج بوئے اور 1968ء سے 1971ء تک حالات نے ایک جنگ کی کیفیت اختیار کرلی۔ دشمنوں نے فائدہ اٹھایا اور بھارت کی کھلی جارحیت کے نتیجے میں 16 دسمبر 1971ء کو سقوطِ ڈھاکہ ہوگیا۔ بعدازاں فروری 1974ء میں دوسری عالمی اسلامی سربراہی کانفرنس کے موقع پر ہم نے بنگلہ دیش کو تسلیم بھی کرلیا مگر آج تک اس المیے اور پاکستان دولخت ہونے کی وجوہات پر کمیشن کی رپورٹ سامنے نہ آسکی۔ بھارت کی وزیراعظم اندرا گاندھی نے طعنہ دیا تھا کہ 16 دسمبر 1971ء کو ہم نے دوقومی نظریہ خلیج بنگال میں غرق کردیا۔ ہمارے فوجی اور سول قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوا۔ بہار کے مسلمان آج تک بنگلہ دیش میں اچھوت بن کر رہ رہے ہیں کہ وہ بنگلہ دیش کو ماننے کو تیار نہیں۔ پاکستان کو ان مسلمانوں کو واپس لانا تھا مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوسکا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ہماری نئی نسل ان باتوں

1۔ علامہ اقبال کے مشہور ساقی نامہ میں یہ اشعار بھی ہیں:

ؔ تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے — دلِ مرتضٰیؓ، سوزِ صدیقؓ دے

ؔ خدایا! آرزو مری یہی ہے — مرا نورِ بصیرت عام کردے

کو جانتی ہی نہیں اور اکابر بھی دانستہ اس کا تذکرہ نہیں کرتے مگر بنگلہ دیش کی موجودہ حکومت شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی کی حکومت ہے (جو بھارت کی آلہ کار بن کر شیخ مجیب الرحمٰن کے ذریعے بنگلہ دیش بنانے میں پیش پیش تھی) سقوط ڈھاکہ کے 45 سال بعد اب 1971ء میں شیخ مجیب الرحمٰن کی پارٹی کا ساتھ نہ دینے اور پاکستانیت کا نعرہ لگانے اور پاکستانی فوج کا ساتھ دینے کے جرم میں بنگلہ دیش حکومت کئی اہم مسلمان شخصیات (اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں) کو پھانسی دے چکی ہے اور سخت سزائیں سنا چکی ہے۔

بنگلہ دیش کی حکومت یہ کام بھارت کی موجودہ انتہا پسند ہندو حکومت کی اشیر باد بلکہ رہنمائی میں سرانجام دے رہی ہے۔ ان حالات میں بنگلہ دیش سے کوئی احتجاج کرنے کی بجائے ہماری بے حس حکومت (جو اپنے نام کے ساتھ مسلم لیگ کے الفاظ کی ہی لاج رکھتی تو) بنگلہ دیش میں پاکستانیت کے قتل کا نوٹس لیتی۔ افسوس کہ ہماری نظریاتی گراوٹ کا یہ حال ہے کہ ہم نے بنگلہ دیش کے اس پاکستان دشمن رویّے کے باوصف بھارت کے کہنے اور مداخلت پر کرکٹ دوستی تعلقات کا احیاء کیا اور نظریاتی ہزیمت کو ایک طرف رکھ کر کھیل کے میدان میں آ کر اپنی غیرتِ ملّی کو نیلام کر دیا۔ بھارت اس صورت حال پر بغلیں بجائے گا اور نظریۂ پاکستان اور دو قومی نظریہ اور پاکستانیت پر طعن و تشنیع کیا جائے گا۔ 16 دسمبر 1971ء کو ڈھاکہ میں پاکستانی فوج کی ذِلت آمیز شکست کا تذکرہ ہوگا۔ افسوس صد افسوس کہ ہماری ملّی اور قومی غیرت کو سانپ سونگھ گیا ہے، نہ جماعت اسلامی کو اس موقع پر کچھ کہنے کی توفیق نصیب ہوئی، نہ فوج کے اعلیٰ دماغوں کو اور نہ پاکستان کی خالق جماعت مسلم لیگ (جو آج کئی بے شمار دھڑوں میں منقسم ہے اور اسی کا ایک دھڑا مسلم لیگ ن کے نام سے حکمران بھی ہے) کو یہ خیال آیا کہ بنگلہ دیش سے ان حالات میں کرکٹ کا کھیل کھیلنے کی بجائے احتجاج کرنا چاہیے اور محصور بہاری مسلمانوں کے حق میں زوردار آواز اُٹھانی چاہیے۔ جماعت اسلامی بنگلہ دیش کے بزرگ رہنماؤں کو 1971ء کے جنگی جرائم اور پاکستانیت کی وجہ سے سخت سزائیں دینے کے عمل پر نہ صرف خود بلکہ اقوام متحدہ میں آواز اٹھانا چاہیے تھی۔ OIC میں احتجاج کرنا چاہیے تھا مگر نظریاتی اِفلاس اور ملّی جذبات کی اس درجے سرد مہری انتہائی قابل افسوس ہے کہ احتجاج کی بجائے ہم نے خوشی خوشی کرکٹ تعلقات بحال کر کے دشمنوں

کوخوش کردیا اور نظریہ پاکستان کو گہرا زخم لگا دیا۔ ع آسمان را حق بود گر خون ببارد بر زمین

2۔ پاکستان میں گندم کے ذخائر کی فراوانی اور پسماندہ و جنگ زدہ افریقی مسلمان ممالک

اللہ تعالیٰ کا بے پناہ احسان ہے اور اس کا جتنا شکر کیا جائے کم ہے کہ پاکستان میں ابھی گزشتہ سال کے گندم کے ذخائر موجود ہیں اور اس سال بھی گندم کی فصل توقعات سے کہیں بڑھ کر اچھی متوقع ہے۔

ہماری حکومتی روایات تو یہی ہیں کہ یہ بیش بہا ذخیرہ (سٹاک) کرپشن اور سرخ فیتہ کی نظر ہو جائے گا اور کچھ عرصے بعد یہ گندم مٹی میں بدل جائے گی اور چند نمائشی گرفتاریوں اور تادیبی اقدامات کے بعد معاملہ رفع دفع ہو جائے گا۔

ہمارے نزدیک مسلمان اس وقت 60 ممالک میں منقسم ہیں اور اپنے حکمرانوں کی نااہلی اور ذاتی و خاندانی اَغراض کے غلام ہیں جس کی وجہ سے امریکی حکومتوں کے بے دام غلام ہیں اور عالمی سطح پر مسلمہ امت کی کوئی مؤثر آواز نہیں ہے۔ دشمن ہمیں صلیبی جنگ میں دھکیل کر ہزار سالہ پرانے بدلے چکا رہے ہیں جبکہ ہم اجتماعی سوچ اور امت مسلمہ کے اجتماعی مفاد کا کوئی تصور بھی نہیں رکھتے۔

جنوبی ایشیا کا مسلمان پہلے بھی اسلام کے لئے اقدامات کرتا آیا ہے اور یہاں سقوطِ خلافت کے بعد سے علامہ اقبال کی انقلابی اور حرکی شاعری کی وجہ سے ملّی اور اسلامی نظریاتی جذبہ موجود ہے جس نے پاکستان بنایا تھا۔

موجودہ حکومت پاکستان اور بالخصوص حکومت پنجاب سے ہماری استدعا ہے کہ گندم کے گزشتہ سال کے وافر سٹاک اور موجود سال کے وافر (SURPLUS) سٹاک کا ایک حصہ پاکستان کے اندر IDP's، چولستان اور تھر کے قحط زدہ علاقوں کے لوگوں اور بلوچستان کے پسماندہ عوام، میں تقسیم کر دیا جائے اور دوسرا حصہ افریقہ اور مشرق وسطیٰ کے پسماندہ مسلمان ممالک (جو جنگ زدہ بھی ہیں اور وسائل کی بھی کمی ہے) کے عوام کو خیر سگالی کے جذبے کے تحت بھجوا دیا جائے تاکہ بالواسطہ طور پر اندرونِ ملک اسلامی جذبے، ملّی سطح پر اخوت اور عالمی سطح امت مسلمہ کے جسدِ واحد ہونے کے تصور کو تقویت ملے اور اس کو فروغ حاصل ہو، یہ جذبہ فروغ پذیر ہوگا تو مسلمان ممالک ایک

دوسرے کے (ذہناً اور قلباً) قریب آئیں گے اور دشمنوں کے منصوبے ناکام ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے حکمرانوں کو اس کارِ خیر کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

3 اُمت مسلمہ کے غریب ممالک اور دولت مند عرب ممالک

ایک فرمان رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق امت مسلمہ ایک جسد واحد ہے اس کے ایک حصے میں تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسد بے چین بے آرام ہو جاتا ہے اور اس متأثر حصے کو سکون (RELIEF) ملتا ہے تو سارا جسد (پوری امت مسلمہ) سکون محسوس کرتا ہے۔ دشمنوں کی باریک چالوں کی وجہ سے آج ہم کئی ممالک میں تقسیم ہیں اور 'امت مسلمہ' کے جسد واحد والے تصور سے عاری ہیں۔

امت مسلمہ ایک جسد واحد کی مانند ہے، جیسے کسی ایک انسان کے جسد میں ہاتھ، پاؤں، سر، دل اور دماغ ہوتے ہیں اسی طرح امت مسلمہ کا جسد واحد ہے کہ اس میں مختلف ممالک میں کہیں افرادی قوت یعنی (کام کرنے والے ہاتھ) ہیں کہیں ذہنی طور پر باصلاحیت تعلیم یافتہ افراد (دماغ) ہے وغیرہ وغیرہ اسی طرح جسد واحد میں انسانی لباس میں ایک یا ایک سے زائد جیبیں (POCKETS) ہوتی ہیں جہاں ـــــ رقم (CASH) یا وسائل رکھے جاتے ہیں۔ جیب میں رقم ہو تو ہاتھ کی تکلیف پر یہ نہیں ہوتا کہ ہاتھ اپنے لئے خود بندوبست کرے یہ جیب کی رقم صرف 'جیب' کی ہے اور جیب پر ہی خرچ ہوگی، بلکہ جسد واحد کے تصور کے عین مطابق 'جیب کی رقم' سارے جسم کے لئے ہوتی ہے اور خرچ بھی ہوتی ہے۔ بعینہٖ ـــــ امت مسلمہ کے ساٹھ مسلمان ممالک ہیں بعض افرادی قوت سے مالا مال ممالک ہیں، ہنر مندی اور ٹیکنالوجی میں کچھ ممالک آگے ہیں۔ کچھ ممالک دولت منداور متموّل ہیں اور پورے جسد ملت کے لئے جیب کی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کے وسائل پر تمام عالم اسلام اور اُمت مسلمہ کا حق ہے اور قرآنی احکام

فِيْ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِلسَّائِلِ وَ الْمَحْرُوْمِ (25:70) (جن کے مال میں حصہ مقرر ہے مانگنے والے کا اور محرومین کا)............ کے مطابق عمل ضروری ہے۔

آج اُمت مسلمہ جن گوناگوں پریشانیوں سے گذر رہی ہے اس کا تقاضا ہے کہ امت مسلمہ کو جسد واحد اور امت مسلمہ کے وسائل کو عالم اسلام کے وسائل سمجھا جائے اور اجتماعی سوچ کو فروغ دینے کے اقدامات کیے جائیں۔

عالم کے متمول اور دولت مند مسلمان ممالک (سعودی عرب، کویت، امارات، برونائی وغیرہ) سے ہماری عاجزانہ درخواست ہے کہ جب وہ عالم اسلام کے جسد واحد کے لئے جیب کی حیثیت رکھتے ہیں تو امت مسلمہ کی یکجائی اور اتحاد کے تصور کے فروغ کے لئے پہلا قدم یہ اٹھانا چاہئے کہ کمزور مسلمان ممالک کے (IMF اور عالمی بنکوں کے) غیرملکی تمام قرضے فوراً ادا کر کے ان مسلمان برادر ملکوں کے عوام میں بھائی چارے کی فضا کو پروان چڑھانے کے اقدامات کئے جائیں اوران ممالک میں قدرتی وسائل سے فائدہ اٹھانے کے لئے بھاری سرمایہ کاری بھی کی جائے۔

افسوس کہ ہمارے متمول اور دولت مند مسلمان برادر ممالک ____ امریکہ جیسے صہیونی اور صلیبی سوچ کے ملک کے لئے اپنے وسائل دل کھول کر لٹا دیتے ہیں مگر مسلمان ممالک کے لئے کوئی نرم گوشہ ناپید ہے۔ 2008ء میں امریکی صدر نے امریکی اقتصادی سنگین بحران سے بچاؤ کے لئے کویت اور سعودی عرب کی حکومت سے 300 ارب ڈالرز ہتھیا لیے (نا قابل واپسی امداد) دوسری طرف گذشتہ 60 سال میں تمام مسلمان برادر ممالک کی مجموعی امداد بھی 300 ارب ڈالر کے ہندسے کے قریب نہیں ہوئی ____ یا اَسفا۔

اگر ایسا ہو سکے کہ ہمارے متمول اور دولت مند مسلمان ممالک اُمت مسلمہ کے کمزور اور غریب مسلمان ممالک کے تمام غیرملکی قرضے ادا کر دیں تو یہ امت مسلمہ کے کمزور جسد میں نئی روح پھونکنے کے مترادف ہوگا اور امت مسلمہ جلد ہی اپنے نظریاتی تشخص کو بحال کرنے میں کامیاب ہو جائے گی اور امت مسلمہ کے اجتماعی تحفظ کے لئے کسی خصوصی اپیل یا حکمرانوں سے ملاقات کی ضرور نہیں رہے گی بلکہ مسلمان عوام ہر دم اس کے لئے تیار ہوں گے اور چوکس ہوں گے۔

4۔ برادرِ اسلامی ملک سعودی عرب اور یمن (در پردہ ایران) کی حالیہ جنگی صورت حال اور اُمت مسلمہ

جنوبی ایشیا کے ہم مسلمان باشندے اُمت مسلمہ میں ایمانی درجے کے اعتبار سے تو بہت نیچے ہیں۔ ہمارا لہجہ ہندی (اُردو) تو زبان عجمی ہے ہماری نماز بھی بے سمجھے کی ہے کہ امام صاحب کو بعد میں مقامی زبان میں دعا کر کے اللہ سے مانگنے کی تسلی کرنی پڑتی ہے، جنازہ بھی 90 فیصد عوام بے سمجھے ہی پڑھتے ہیں اور بعد میں ہم لوگ بدل کے طور پر مقامی زبان میں دعائیں

مانگتے ہیں۔ خطبہ جمعہ میں بھی ہمارے لیے آج سے نہیں صدیوں سے ہمارے اَسلاف (اللہ انہیں اعلیٰ درجات عطا فرمائے، آمین) نے عربی سے ناواقف ہونے کی وجہ سے مقامی زبان میں وعظ و نصیحت کو سندِ جواز بخش دی۔ بقول اقبال ؏ نغمہ ہندی ہے تو کیا' لے تو حجازی ہے مری

ہم قرآن بھی پڑھتے ہیں تو بس بغیر سمجھے (90% عوام اسی طرح ہیں)۔ لہٰذا یہاں کے عوام اگر قرآن فہمی سے وہ شغف نہیں رکھتے جو اصل 'حق' ہے تو قابل فہم ہے مگر ہمارے قابل احترام اہل عرب جن کی اپنی زبان میں قرآن پاک آیا (اور یہ ان کا بڑا اعزاز ہے) انہیں کی زبان بولتے تھے ہمارے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ اور انہیں کی زبان میں فرمودات پیغمبر ﷺ کا گراں بہا خزینہ آج بھی محفوظ ہے۔

برادر ملک سعودی عرب اور یمن کی حالیہ آویزش میں ہمارے نزدیک ایک ملت واحدہ اور اُمت مُسلمہ کے تصور کے تحت جو اقدامات ہونے چاہئیں تھے وہ بوجوہ سامنے نہیں آسکے۔ مثلاً

1۔ برادر اسلامی ملک سعودی عرب اور یمن کے مابین کسی غلطی اور رنجش کے معاملے کو OIC میں پیش ہونا چاہیے تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے:

فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ ذٰلِكَ خَیۡرٌ وَّاَحۡسَنُ تَاۡوِیۡلًا O (59:04)

''اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول (ﷺ کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔ یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کا مآل بھی اچھا ہے۔''

2۔ اس مرحلے پر گفتگو نتیجہ خیز نہ ہو پاتی تو قرآن مجید ہمارے لیے اگلے مرحلے کی رہنمائی کرتا ہے:

وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا فَاِنۡۢ بَغَتۡ اِحۡدٰهُمَا عَلَی الۡاُخۡرٰی فَقَاتِلُوا الَّتِیۡ تَبۡغِیۡ حَتّٰی تَفِیۡٓءَ اِلٰۤی اَمۡرِ اللّٰهِ فَاِنۡ فَآءَتۡ فَاَصۡلِحُوۡا بَیۡنَهُمَا بِالۡعَدۡلِ وَ اَقۡسِطُوۡا اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الۡمُقۡسِطِیۡنَ O (09:49)

''اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرادو۔ اور

اگر ایک فریق دوسرے پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائے۔ پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں مساوات کے ساتھ صلح کردو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔'' (09:49)

اہل ایمان کے مابین جنگ اور قتال کی نوبت آ جانا انسانی رویّوں سے بعید نہیں مگر اس کے بعد بھی باقی ممالک کو صلح کرانی چاہیے اور صلح کے لیے جو فریق نہ مانے اس کے خلاف سب مسلمان ممالک کو اکٹھے ہو کر سامنے آنا چاہیے۔ مذکورہ آیت کا یہی تقاضا ہے۔

افسوس کہ پہلے دو مراحل سے گزرے بغیر سعودی عرب اپنے دوست ممالک سے تیسرے مرحلے کی بات کرتا ہے۔ ہم تو قرآن مجید کے اتنے عالم نہیں سعودی عرب میں تو علماء کی حکومت ہے اور ایک سے ایک بڑھ کر حق گو اور حق پرست علماء اور ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے نقش قدم پر سچی بات کہنے والے موجود ہیں ان کی موجودگی میں یہ نظری تسامح کیسے ہو گیا۔ واللہ اعلم

3۔ اب بھی موقع ہاتھ سے گیا نہیں ہے ہم مسلمانوں اور مسلمان ممالک کو جوڑنے والی چیز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور ان پر ایمان ہے۔ آیئے ہم سب کسی بھی فورم پر اپنے آپ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے آگے سرِ تسلیم خم کر کے اس کے حوالے کر دیں۔ اللہ تعالیٰ یقیناً باعزت طور پر سرخروئی عطا فرمائے گا۔

4۔ اور ____ جو فریق صلح کی شرائط نہیں مانے گا اُمت مسلمہ کا ہر فرد اس کے خلاف سربکف نظر آئے گا مگر اس کے لیے پہلے سورۂ حجرات کی آیت کے تقاضے پورے کرنا ضروری ہیں۔

5۔ خلیجی عرب متموّل مسلم ریاستیں

ع خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے

1۔ خلیجی عرب مسلم ریاستوں کے عرب خاندانوں کا تعلق ویسے بھی قرنِ اوّل کے مسلمانوں سے بنتا ہے جو ہر لحاظ سے ہمارے لیے قابل احترام ہیں اور ان کا احترام ہمارے لیے جزوِ ایمان بھی ہے۔ مگر اُمت مسلمہ کے تمام مسلمان علاقوں کے مسلمانوں کو ساتھ لے کر چلنے کے کچھ تقاضے بھی ہیں۔ بقول علامہ اقبال

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　　　ؔ
رزمِ حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

مسلمانوں کے آپس کے گلے شکووں میں بندہ مومن 'ریشم کی طرح ملائم' ہوتا ہے اور 'کافروں' اور غیر مسلم صہیونی طاقتوں کے خلاف سیسہ پلائی ہوئی دیوار۔

2۔ اللہ تعالیٰ نے گزشتہ صدی میں مسلم عرب ریاستوں کو اتنے وسائل دیے ہیں کہ جس کی عصرِ حاضر میں بھی مثال نہیں ہے مگر دین اسلام کے تقاضے اور قرآن مجید کے احکامات کا کیا ہوا۔ سورۂ توبہ کی آیت 19 کے تقاضے کیا ہوئے۔

حجاج کرام کے لیے فائیو سٹار ہوٹلوں کی قطاریں، منیٰ میں قیام وطعام کا بندوبست اور میدانِ عرفات میں سہولتوں کی فراہمی بجا ــــــ مگر کیا یہ 'جہاد' کے تقاضوں کو پورا کرنے کا بدل ہوسکتی ہے؟ کیا سورۂ توبہ کی آیت 29 کے حوالے سے متموّل مسلمان ممالک کے ذمے کچھ تقاضے آتے ہیں یا نہیں۔

3۔ ایران کے سابق صدر کا چند سال قبل کا یہ بیان آج بھی عالمی فضا میں ارتعاش پیدا کررہا ہے کہ ''وقت آ گیا ہے کہ روئے ارضی کو اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک کردیا جائے''۔ یہ بیان اُمت کے ہر باغیرت اور جوشیلے جوان کے دل کی آرزو ہے مگر اس بیان سے ملتا جلتا کوئی بیان عرب حکمرانوں کی طرف سے پچھلی دو تین دہائیوں سے کبھی سامنے نہیں آیا۔ سعودی حکومت کی حالیہ آویزش کا رُخ اگر یمن کی بجائے اسرائیل کی طرف ہوتا تو اُمت مسلمہ کا ہر جوان سعودی عرب کو اپنی فوج کا ہراول دستہ نظر آتا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے۔

4۔ ہمارے برادر ملک سعودی عرب اور خلیجی مسلم عرب ریاستوں کے لیے یہ وقت بڑا کٹھن اور فیصلہ کن ہے کہ وہ صہیونی عالمی صلیبی طاقت امریکہ کے سہارے اپنے مستقبل کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں جو عارضی، ناپائیدار اور کمزور سہارا ہے ــــــ یا ــــــ اُمت مسلمہ کے قائد کے طور پر قرن اوّل کے مسلمانوں کی وراثتِ انبیاء کے حامل کے طور پر آگے بڑھنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ امریکہ کو خیر باد کہہ کر اُمت کے مسائل پر توجہ کریں اور صلیبی تباہ کاریوں سے اُمت کو بچانے میں اُمت کی سرپرستی کریں تو پوری اُمت ان پر جان نچھاور کرنے کو تیار ہوگی اور بالخصوص جنوبی ایشیا کا ہر

مسلمان عربوں کی جگہ اپنا خون دینا اپنی سعادت سمجھے گا۔

5۔ دو تین عشروں کے بعد کے حالات میں انسانیت کا مستقبل اور عالمی قیادت اسلام اور قرآن سے وابستہ ہے۔ ہمارے عرب بھائیوں کو یہ فیصلہ آج چاہے تلخ نظر آئے مگر حقیقت یہی ہے کہ ان کا مستقبل عالم اسلام سے وابستہ ہے اور ہمارا صلیبی دشمن ہمیں الگ الگ کر کے مارنے کے درپے ہے اور مغرب کو سارا خطرہ اسلامی غلبے اور حضرت محمد ﷺ کے دین کے پھیلاؤ کے امکانات سے ہے۔ بقول علامہ اقبال

جانتا ہوں میں یہ اُمت حامل قرآں نہیں — ہے وہی سرمایہ داری بندۂ مومن کا دیں
عصر حاضر کے تقاضاؤں سے ہے لیکن یہ خوف — ہو نہ جائے آشکارا شرعِ پیغمبرؐ کہیں

ان شاء اللہ، صیہونی عالمی استعماری منصوبے سب کے سب ناکام ہوں گے اور انسانیت جب بھی حالیہ مغربی میڈیا کے اُٹھائے ہوئے طوفانوں سے نکلے گی تو اسلام کے سایۂ عاطفت کے سوا اسے کوئی پناہ نہیں ملے گی۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش — اور ظلمت رات کی سیماب پا ہوجائے گی
شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے — یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

6۔ انسانیت کے اس سنہرے مستقبل کی تعمیر کے لیے آج اُمت مسلمہ کو ایک جھنڈے تلے جمع کرنے کی ضرورت ہے اور مغربی صلیبی اور صیہونی دشمنوں کو پہچاننے کی ضرورت ہے۔ جو پہچانے گا وہ سرخرو ہو جائے گا اور جو نہیں پہچانے گا وہ حالیہ عالمی مغربی تہذیب کے زوال کے ساتھ زوال پذیر ہو کر خاک میں مل جائے گا۔ وما عندی سوا ذاك المقال

امت مسلمہ کے لیے دیگر مسائل میں برما میں مسلمانوں کا قتل عام اور نسل کُشی، کشمیر میں مظالم، فلسطین میں مسلمانوں کے خون کی ارزانی، چیچنیا، شام، عراق، لبنان اور افریقہ میں مسلم خون کی ہولی جیسے مسائل بھی بہت اہم ہیں۔ اے کاش کہ اُمت مسلمہ کا اجتماعی ضمیر جاگے اور ان مسائل کو اپنے مسائل سمجھ کر ان کو حل کرنے کی سعی کرے۔ الی اللہ الاشتکاء و علیہ التکلان

مدارس ــــ حقیقت، مغالطے، اصلاح کی تدابیر

تحریر : پروفیسر رشید احمد انگوی

ڈائریکٹر: الخلیل ریسرچ سنٹر 16-جی، مرغزار۔لاہور

دینی علوم اوران کے حصول کی ضرورت

دین اسلام اللہ کریم کی جانب سے انسانوں کے لئے عطا کردہ طرز زِندگی ہے اور اسے اختیار کرنے کا راستہ ہی اللہ کا پسندیدہ راستہ ہے کہ اس سے ہٹ کر زندگی گزارنے کے تمام راستے اللہ کریم کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور گمراہی کے راستے قرار پاتے ہیں۔ دین کے اہم پہلوؤں پرغور کرنے سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ یہ تو سراپا علم، تعلیم وتربیت اوراس پرعمل کا نظام ہے اور اس کا اہم ترین منبع اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسولِ برحق ﷺ ہیں جب کہ سابقہ اُمتوں پر بھی اسی بنیادی اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ کریم نے انسانوں کی راہ نمائی (ہدایت) کے لئے متعین فرمایا اور کتاب واُسوۂ نبی کو انسانوں کے سامنے رکھا۔ یوں دین اسلام کی روح اصلاً ارشاداتِ الٰہی سے آگاہی بذریعہ کتاب وسنت ہی ہے۔ کہہ سکتے ہیں کہ تعلیماتِ دین ہی نصابِ زندگی ہیں جن کی وضاحت عقائد واعمال و جملہ قوانین حیات وصول شدہ از انبیائے کرام ہر دور میں رہی ہیں اور اب نبی آخرالزمان ﷺ نے ''دین کامل'' قیامت تک کے لئے پہنچا دیا، عمل کر کے دکھا دیا اور اپنی نگرانی میں ایک بڑی انسانی جماعت تیار کر کے انسانیت کی تمام مشکلات کا حل پیش کر دیا۔ توحید، رسالت، آخرت، کے بنیادی عقائد دلوں میں نقش کر کے انسان کو کتاب کا ایک ایک لفظ پڑھ کر سنایا اس کی تعلیمات سے فیض یاب ہونے کی اعلیٰ ترین درجے پر صلاحیت

اس شان دارانداز میں پیدا کی کہ وہ کفر وشرک اور گمراہیوں سے گویا پاک صاف ہو گئے اور کتاب اللہ کی آیات کے ذریعے انہیں جہالت کے اندھیروں سے نکال کر علم کی روشنیوں میں لایا گیا اور اعلیٰ ترین اور آخری جامع الصفات معلّم انسانیت کے طور پر کتاب اللہ کی تعلیم وحکمت مع اپنے عملی نمونے کے پہنچادی اور انہیں اللہ کی رضا کے متلاشی اُس اعلیٰ درجے تک پہنچا دیا جسے تقویٰ کہا جاتا ہے کم وبیش ایک لاکھ انبیاء نے اپنے اپنے مقام پر اپنے زمانے میں اپنی قوم کے لیے یہی لائحۂ عمل اختیار کیا۔اس ساری گفتگو کا نتیجہ خود بخود سامنے آتا ہے کہ خالق ومدبّرِ کائنات نے انسان کی ہدایت و راہ نمائی کے لیے جو طرزِ حیات اور جو قوانین الٰہی پسند فرمائے وہ پہلے انبیاء ورسل کو پڑھا دیے اور پہلی کائناتی درس گاہ وہ تھی جس کا ذکر عَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ (انسان کو ناموں کی تعلیم دے دی) کہہ کر فرمایا۔انسانوں کی امامت وقیادت اور راہ نمائی کے لئے معلّمین بارگاہ الٰہی میں تیار کیے گئے اور صرف حکمتِ ربانی کے مطابق ہر نبی اپنے وقت اور زمانے کے لئے مأمور فرمادیا گیا اور اسے معلم بنا کر کتب وصحائف نیز اسوۂ نبوی کی صورت میں انسانیت کے لئے نصاب عطا فرمایا گیا۔جن انسانوں نے اپنے وقت کے نبی کی بات سنی اور بتائی گئی ہدایات پر عمل کیا وہ کامیاب ہو کر جنت کے مستحق قرار پا گئے اور انکار کرنے والے جہنم کے باسی ٹھہرے۔اللہ کریم نے اشارۃً سورۃ فاتحہ میں اور وضاحتاً دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا کہ ہدایت یافتہ اور انعام یافتہ انسان انبیاء،صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔یعنی کامیاب انسانوں کی جانب صریحاً اشارہ کر دیا۔''ختم نبوت'' کا مطلب یہی ہے کہ اللہ کریم کی جانب سے انبیاء ورُسل علیہم السلام کی مزید آمد کا نظام اب بند ہو چکا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النّبیین ہونے کا شرف حاصل ہو چکا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ ''لَا نَبِیَّ بَعْدِی'' (مرے بعد کسی نبی نے نہیں آنا)۔انسانوں کی آمد کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور پوری انسانیت کے لئے راہ نمائی کا یہی منبع رہے گا کہ اللہ کی آخری مکمل ترین آسمانی کتاب قرآن مجید اور اسے انسانوں کے سامنے پیش فرمانے والے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر ان کی جانب سے عطا کردہ ہر فرمان کو راہ عمل بنا ڈالے۔نبی نہ آنے کی بنا پر انسانوں کو دین کی تعلیمات پہنچانے کا کام اس امت نے کرنا ہے۔بقول فرمانِ باری تعالیٰ کہ تم بہترین اُمت ہو جسے انسانوں کی راہ نمائی کے لئے اٹھایا گیا ہے۔اور تعلیم دینے کا کام علمائے امت (معلّمین اُمت) نے

جاری رکھا اور امت نے انہیں وارثینِ نبی کے طور پر قبول کیا کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء۔

مدارس کا آغاز

اوّلین درس گاہ مسجد نبوی کے چبوترے (صُفَّہ) پر قائم کی جا چکی تھی جہاں کے معلم خود رسول پاک ﷺ تھے اور آپ کے شاگرد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ ان میں سے کتنوں ہی کو ماہرینِ تفسیرِ قرآن، ادیب، شاعر، منصف ہونے کا شرف ملا اور کچھ خلیفہ بھی بنے۔ مسجد عبادت، تعلیم اور تربیت کے ساتھ ساتھ امورِ مملکت کی انجام دہی کے لیے مرکزی مقام کی حیثیت بھی رکھتی تھی کیونکہ رسول اللہ ﷺ ختم الرسل ہونے کے ساتھ ساتھ پہلی اسلامی ریاست (جس نے قیامت تک کے لئے ریاست کے بنیادی اصول بتا دیے) کے سربراہ اور چیف ایگزیکٹو بھی تھے اور مسجد نماز سمیت تعلیم و تربیت کا مرکز بھی تھی اور اہم ترین اجتماعی معاملات از قسم دفاع، انصاف، تعلیم، تعلیماتِ عامہ وغیرہ جملہ امورِ مملکت کا ہیڈ کوارٹر بھی تھی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی جانب سے عطا کردہ راہ نمائی کے منصب کی ذمہ داریاں پوری ایمانی شان اور تقوی کا اعلیٰ ترین معیار قائم رکھتے ہوئے سرانجام دیں۔ قیامت تک کے لئے تعلیم کا بنیادی نصاب قرآن پاک اور تعلیماتِ حدیث نبوی (کتاب وسنت) طے شدہ ہے۔

دین عرب و عجم میں پھیلتا گیا اور قرآن پاک کو سمجھنے کے لئے تمام ضروری علوم از قسم صرف ونحو (قرآنی گرائمر) اصول و فروع، ادب و بیان، (بشمول ادبِ جاہلی) استنباطِ مسائل (فقہ) وغیرہ نصاب کا حصہ بنتے گئے تاہم یہ حقیقت کل کی طرح آج بھی ثابت شدہ ہے کہ مسلمانوں کا اصل نصابِ تعلیم کتاب وسنت پر مبنی ہے اور تمام شعبہ ہائے زندگی (تجارت، تعلیم، قانون، دفاع، امور مملکت، ملکی و بین الممالک قوانین، مقامی و بین الاقوامی ضروریات، مسائل حالت امن و حالت جنگ، معاشرت، معیشت وغیرہ وغیرہ) کے لئے اصولی ہدایات یہیں سے اخذ و مستنبط کی جائیں گی۔ قرآن وسنت سے لاتعلق کسی بھی نظامِ حیات کا اصلاً مسلمانوں کے ساتھ کوئی واسطہ نہیں۔ ہاں بنیادی اصولی راہ نمائی میں پوری دنیا کے علوم وفنون کی بے پناہ وسعتوں تک پہنچ حاصل کرنے کی جدوجہد عبادت کا درجہ رکھتی اور ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔ قرآن پاک کی وحی کا پہلا حکم پڑھنے، لکھنے، تعلیم، کائنات، تخلیق انسان اور جہالت سے نکل کر علم کی طرف آنے

کے مضامین پر مشتمل ہے اس سے ہمارا موقف واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اپنے بندوں کے لئے محبوب ترین احکام لکھنے پڑھنے، پڑھانے، سکھانے، جہالت سے علم کی جانب آنے جیسے ہیں۔ قرآن سے محروم اور لاتعلق نصابوں سے گزرنے والے فرد کو یہ موقف حیران کن اور عجیب محسوس ہوسکتا ہے کیوں کہ وہ اسلامی نصابِ تعلیم کی ابجد سے بھی شاید واقف نہ ہو مگر اسلام کا تصور علم و تعلیم ان ہی بنیادوں پر قائم ہے اور یہی علم صدیوں سے امت میں جاری ہے۔ سرزمین قرطبہ و اندلس (سپین) کی بہاریں، معاشرے اور تہذیب و تمدن ان تصورات پر ہی تو قائم تھیں۔ ایک دور میں جاہلیت میں ڈوبی مغربی دنیا کو ان روشن فضاؤں اور مسلمان جامعات سے ہی علم کی خیرات نصیب ہوئی تھی جس کی برکت سے ضدی اور علم دشمن بنیاد پرست عیسائیوں کی مخالفت کے باوجود وہاں علم و فن اور لیبارٹیوں کی دنیا وجود میں آئی (اس حوالے سے ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتب سے رجوع بہت چشم کشا محسوس ہوتا ہے) امت مسلمہ کا یہی دور آج کی انسانی ترقی اور جدید ٹیکنالوجی کی اصل وجہ ہے یعنی سائنسی ترقی کہ مسلمانوں کے عطا کردہ تحفہ "تجربہ" پر قائم ہے۔

آج مدرسے کو ہر ٹی وی اینکر اپنا موضوع بنا کر جو کچھ فرمان جاری کر رہا ہوتا ہے اسے سن کر اندازہ ہوتا ہے کہ جن بے چاروں کو اسلامی تصورِ تعلیم کی اے بی سی کا بھی علم نہیں وہ مفکر و مدبر بنے ہوئے ہیں۔ مدرسہ درسگاہ کو کہتے ہیں جسے انگریزی میں سکول، کالج، یونیورسٹی جیسے ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ ہم اس گرما گرمی سے معمور موضوع پر بات کرنے سے پہلے ایک دو معروضات پیش کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ پاکستان تو ابھی چند عشرے قبل وجود میں آیا۔ اصل میں دو تین صدیاں قبل برطانوی سامراج کی برصغیر میں آمد کے بعد تاریخ کے جو نئے باب رقم ہوئے، مسائل وہاں سے پیدا ہوئے۔

ہمارے ملک کے تعلیمی مسائل کی بنیادی وجہ: انگریزی کی تعلیم کا لزوم

یہاں نہایت ادب سے ایک دردمندانہ گزارش اور ایک ایسی بات کہنے کی جسارت کرتا ہوں جسے سننے کے لئے بہت حوصلہ درکار ہے وہ یہ کہ ہم ملک کے تعلیمی حالات و مسائل، کامیابیوں ناکامیوں پر کھل کر بات کریں مگر ایک ناپاک عنصر جس نے ہمارے تعلیمی و قومی ماحول کو ناپاک بنا رکھا ہے اس کی محبت کو بالکل علیحدہ رکھ کر سوچا اور غور کیا جائے۔ وہ ناپاک ترین مصیبت ہے

کیا؟ جناب وہ ہے انگریزی کا ہماری تعلیم میں دھونس، لازمیّت اور ناجائز تسلط کا تسلسل۔اسی نے ہر مثبت و مخلصانہ جدوجہد اور غور وفکر کی راہ میں اونچی اور مضبوط دیوار کھڑی کر رکھی ہے اس لئے آپ انگریزی کی جائز، ناجائز اہمیت کو ایک طرف رکھ کر پاکستان کے تعلیمی نظام پر غور کرنا سیکھیں تو تمام تر کاوشیں اور مشکلات حل ہو جائیں گی اور مدرسوں کا اصل تصور واضح ہو جائے گا۔

آئیں مدارس کے مسئلے پر غور کرتے ہیں ایک علمی لطیفے کے طور پر آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ علامہ اقبال نے جب دلی دکھ کے ساتھ یہ فرمایا تھا کہ

گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے تیرا　　آئے کہاں سے صدا لا اِلٰہ اِلا اللہ

تو یہاں مدرسہ سے مراد برطانوی طرزِ تعلیم اور مغربی انداز فکر تھا جس کا اوّل و آخر کام مسلمانوں کو غلامی میں مبتلا کر کے کلمہ کی روح سے لاتعلق کرنا تھا یعنی اس شعر میں مدرسہ سے مراد سکول، کالج اور یونیورسٹیاں تھیں اور سچ مچ مغرب کے پیروکار اداروں کے فیض یافتہ لوگ آج اسلامی روایات کے امین ''مدرسہ'' کو تمام برائیوں کی جڑ قرار دینے میں ایک دوسرے سے بازی لے جا رہے ہیں مناسب ہوگا کہ علامہ کے اس شعر کے ساتھ ہی مولانا مودودی کے ایک تاریخی خطبہ کا افتتاحی حصہ بھی آپ کے سامنے رکھ دیا جائے۔ قیام پاکستان سے جلد بعد انہیں اسلامیہ کالج پشاور کے کنووکیشن میں خطاب کے لئے دعوت دی گئی تو انہوں نے آغاز میں ہی یہ فرمایا کہ آج جب آپ کے ارباب اختیار کو یقین ہوگیا ہے کہ آپ کے اندر سے روح ختم کر کے آپ کو قتل کر دیا گیا ہے تو آپ کو یہ قتل نامے ڈگری کے نام پر دیے جا رہے ہیں۔ یہ مولانا جیسے بلند فکر عصری قائد کا مقام تھا کہ یونیورسٹیوں کی ڈگری کی حقیقت سے آگاہی بخش رہے تھے (رحمہ اللہ تعالی) خیر اس جملہ معترضہ کے بعد مدارس کے موضوع پر جاری معاملے پر غور کرتے ہیں۔

مدارس کی حقیقت: آنکھوں دیکھا حال

راقم کو مدرسہ اور اہل مدرسہ کو قریب سے دیکھنے اور ان کے علوم و فیوض سے فیض یاب ہونے کے بہت مواقع میسر آئے مگر ایسے حقائق و مشاہدات سے متعلق شائد ہمارے بہت سے اینکرز اور ناقدین تصور بھی نہیں کر سکتے۔اجازت دیجیے کہ راقم اس بیان کی کچھ وضاحت کر سکے۔ راقم کا تعلق وادی سون سکیسر کے پہاڑی گاؤں انگہ کے ایک مسلمہ و مرجع دینی گھرانے قاضی

خاندان سے ہے۔ ہمارے خاندان پر علماء واولیائے نقشبند کی ممتاز خانقاہ موسیٰ زئی شریف (ڈیرہ اسمٰعیل خان) کے گہرے نقوش تھے میرے والد گرامی مولانا قاضی محمد خلیل کو اپنے وقت کے عظیم ترین محدّث حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور علامہ شبیر احمد عثمانی کا شاگرد عزیز ہونے کا شرف حاصل ہوا اور دارالعلوم ڈابھیل (ضلع سورت انڈیا) میں دورہ حدیث کی کلاس میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور پاکستان کے عظیم مفسر و محقق علامہ شمس الحق افغانی کے متبادل بن کر دارالفیوض ہاشمیہ سجاول (سندھ) میں سترہ سال تدریسی فرائض سرانجام دیے اور اسی فضا میں میرا ابتدائی بچپنے کا دور بسر ہوا جہاں مولانا نور محمد اور مولانا محمد یعقوب جیسے پاکیزہ نفوس کی زندگیوں کا مشاہدہ ہوا۔ انگہ میں پرائمری سے مڈل سکول تک تعلیم پائی اور اپنے گاؤں کی خاندانی مسجد میں قائم مدرسہ جامعہ عثمانیہ میں ہزاروں حفاظ کے جلیل القدر استاد حافظ محکم الدین مرحوم و مغفور کی شاگردی نصیب ہوئی۔ یہیں سے جامعہ محمدی (ضلع چنیوٹ) والد صاحب کے ہمراہ پہنچا جہاں وہ شیخ الجامعہ کے منصب جلیلہ پر فائز تھے اور ہماری دس طلبہ پر مشتمل خصوصی کلاس بیک وقت درسِ نظامی کی دینی تعلیم اور سکول کی تعلیم حاصل کرتی تھی۔ والد گرامی نے بنفس نفیس ہمیں صَرف ونحو کی تعلیم دی خصوصاً قرآن پاک کے کلمات وافعال کی تعلیم کی بے مثال جدوجہد کی جس کے نتیجے میں گھر کے اندر ہم باپ بیٹے کا مکالمہ عربی میں ہوتا تھا۔ والد محترم نے بنفس نفیس مجھے قرآن پاک کے پندرہ پاروں کا ترجمہ پڑھایا۔ یہاں ہمیں مضمون نگاری کی تعلیم کے لئے مشہور محقق مولانا محمد متین ہاشمی جیسی شخصیت کو مامور کیا گیا تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ قائداعظم کے معتمد سیاست دان، دستور ساز اسمبلی کے رکن اور فرشتہ صفت پاکیزہ ہستی مولانا محمد ذاکرؒ اس پورے جامعہ اور اس کے تعلیمی نظام کے رہبر و نگران تھے میٹرک کے بعد پوری سرگرمی ایف ایس سی سے ایم ایس سی ذوالاجی تک کالجوں اور پنجاب یونیورسٹی سے وابستہ ہوگئی تاہم قیام جامعہ قادریہ رحیم یار خان میں رہا۔ قدیم تعلیمی نظام کو پوری باریکیوں اور لطافتوں تک دیکھنے بیتنے اور پرکھنے کے مواقع ملے اور سچی بات یہ ہے کہ تعلیمی نظام کی حقیقی خوبیاں جو درسی نظام و مدرسہ میں دیکھیں مغربی نظام تعلیم کے ادارے اس کا عشر عشیر بھی پیش نہیں کر سکتے جو للّٰہیت، انسانی ہمدردی، خلوص، خیر خواہی دینی مدارس اور علماء کے ہاں دیکھی اس کی وجہ تو اسلامی نظامِ تعلیم کا بابرکت نظام ہے آج زندگی کے 69ویں سال میں راقم ڈٹ کر کہہ سکتا

ہے کہ برصغیر کا برطانوی نظام تعلیم اصلاً ہمیں تہذیبی غلامی کے سوا کچھ بھی نہیں دے سکا۔

انگریزی زبان کا لزوم: ایک برطانوی تعلیمی سازش

پاکستان بن گیا مگر آہستہ آہستہ زیرِ زمیں سازشی پالیسیوں کے تحت ہماری سوچوں اور جدوجہد کا مرکز صرف اور صرف انگریزی کی اہمیت، تسلط اور محبت کو پوجا پاٹ کے پائے تک پہنچا دینے کے سوا کچھ اور نہیں رہا۔ وہ انتہائی ظلم کی گھڑی تھی جب انگریزی کو سکول کے ہر بچے/بچی کے لئے لازمی قرار دیا گیا۔ آخر کیوں؟ بطور کالج استاد تہائی صدی سے زیادہ عرصے میں انگریزی کے ظالمانہ جبر کی بھاری چٹانوں تلے کراہتی اور دم توڑتی معصوم، مجبور و مقہور نسلوں کو دیکھنے اور اچھی طرح سمجھنے کے بہت مواقع ملے۔ نویں دسویں سے لے کر چودھویں جماعت تک انگریزی کے امتحان کا دن کس طرح باقی امتحانی دنوں سے مختلف ہوتا ہے اسے ہم سے زیادہ کون جان سکتا ہے؟ ہمارے ہائی سے ڈگری سطح تک کی تعلیمی ناکامیوں کی اصل اور واحد وجہ ''ہر بچے بچی کے لئے انگریزی لازمی کا ظلم اور وبال'' ہے۔ کاش کہ پاکستان میں کوئی ایسی طاقت ور اور انصاف پسند عدالت آسکتی، کوئی ایسا باضمیر اور دلیر و سچا پاکستانی منصف ہوتا جو ظلم کے اس تہ در تہ نظام کو پہچان کر اس مظلوم قوم کو انگریزی کی غلامانہ پرستش کی بھاری بیڑیوں سے آزادی دلاتا۔ راقم سینکڑوں اخباری مضامین اور کالم تحریر کرتے ہوئے اپنے اس درد کا اظہار کرتا رہا مگر اس نقار خانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ ہمارے ایک بڑے شاعر کو بھی یہی کہنا پڑا کہ ''فیل ہونے کے لئے بھی ایک مضمون ہونا چاہیے''۔ جی ہاں اگر بات محض پاس فیل کی ہوتی تو یہ کچھ حرج نہ ہوتا مگر انگریزی ہی کو ہر سرکاری عہدے، منصب اور روزانہ کی دفتریت کا کیمیائی نسخہ بنا دیا گیا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ سامراجی ذہن کی لیبارٹری نے واقعتاً یہ ایسا کیمیائی نسخہ دریافت کر کے مسلط کر دیا کہ اب ان خیالات پر تبرّا بازی کے تند و تیز ردِّعمل کے سوا کسی اور جواب کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔ ایک روز جب میں لاہور کے ایک بڑے کالج میں استاد تھا قومی زبان بمقابلہ انگریزی زبان کے تسلط پر چند جملے کیا بولے گویا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ ڈال دیا انگریزی کی عظمتوں پر فدا افراد گویا کچا کھا جانے کو تیار ہو گئے۔ تب مجھے لارڈ میکالے کے عزائم اور ان کے اثرات پر علامہ اقبال کے لازوال تبصروں کی سمجھ آئی ''لڑکیاں پڑھ رہی ہیں انگریزی...... ڈھونڈ لی قوم نے فلاح کی راہ''

جیسا کلام پڑھ کر دیکھ لیجیے۔ برطانوی سامراج کی لیبارٹری سے کشیدہ مغربی نظامِ تعلیم کی حقیقت سمجھ آسکتی ہے اور تب مدرسہ کے خلاف اس جارحانہ ''صلیبی جنگ (تعلیمی شعبہ)'' کی حقیقت نظروں کے سامنے عیاں ہو جاتی ہے۔ کیوں نہیں سمجھا جا رہا کہ برطانوی سامراج ہماری آزادیاں چھین کر ہمیں غلام بنانے کے بعد کہیں سو نہیں گیا بلکہ ہماری آنکھوں میں جھونکنے کے لئے دھول کے نئے سے نئے ماڈل اور نسخے معہ نفاذ کے لئے کارکنان کی تیاری میں لگ گیا اور کوئی شک نہیں کہ آزادی کے دعووں کے باوجود آج ہماری اشرافیہ، حاکمیہ اور جملہ بااثر یہ تک انگریزی دور سے زیادہ آج ایک دوسرے سے بڑھ کر ذہنی غلام ہیں اور یہ سب کچھ خواہ مخواہ یا بلاوجہ نہیں ہو گیا بلکہ اس کی منصوبہ بندی کا ایک ایک مرحلہ سمجھ آتا اور دکھائی دیتا ہے۔ انگریزی لازمی، انگلش میڈیم اور تعلیم کے نام پر موجودہ برطانوی فنڈنگ سب ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں جس کا اوّلیں مرحلہ میکالے کے افکار اور برطانیہ میں کی گئی تقاریر سے سمجھا جا سکتا ہے تو دوسرا مرحلہ اکیسویں صدی کے آغاز پر کراچی اور بمبئی میں جناب پوپ کی ذات گرامی کا اعلان ہے کہ اکیسویں صدی ایشیا کو عیسائی بنانے کی صدی ہوگی اور اس پر جنگی حکمت عملی بش نے پیش کی۔ تاریخ سے پوچھ لیجیے تدابیر سے دیکھ اور سمجھ لیجیے کارندوں کی ذہنی و عملی ساخت کا مشاہدہ کر لیجیے اور ذرائع ابلاغ پر مدرسہ دشمن بھاشن دیتے چہروں کی علمی فضیلت کا جائزہ لے لیجیے اگر ہمارا موقف درست نہ پائیں تو ہمارا ان سے آمنا سامنا کرا کے دیکھ لیجیے اور کیا ہمارے ملک میں انگریزی کے تسلط کے حق میں یہ جھوٹ مسلسل نہیں بولا جاتا کہ انگریزی ہی سائنس کی زبان ہے جب کہ یہ صریحاً غلط اور بے بنیاد بات ہے۔ کیا چین، جاپان، ترکی، فرانس، اٹلی، یونان جیسے ممالک اس کی تائید کرتے ہیں۔ یہاں علامہ اقبال کے اشعار بطور ''تبرکاتِ اقبال'' بھی آپ کی نذر کرتا ہوں۔

اصلاحِ احوال کا طریقۂ کار

گزارش ہے کہ مدارس عربیہ کی حقیقت اور اصلاحِ احوال تعلیمی روایات، معاشرے میں علمائے حق کو حاصل تکریم و اعزاز اور برصغیر میں وارد ہونے والے برطانوی سامراج کے تعلیم پر اثرات پر غیر متعصّبانہ، حقیقت پسندانہ، منصفانہ اور آزاد قوم کے شایانِ شان انداز اختیار کیا

جائے تب بہت سی مشکلات آسان دکھائی دیں گی۔

ہمارا ماضی:۔ انگریز کی آمد سے پہلے تعلیم عام تھی اور بظاہر ناخواندہ مردوخواتین کے لئے بھی عمومی زندگی کے راہ نما کتابچے زبان زدعام تھے فارسی تربیتی شاعری کا بھی رواج تھا خصوصاً سعدیؒ کا کچھ نہ کچھ کلام عموماً یاد کیا جاتا تھا۔قرآن مجید کی تلاوت ہر مردوزن کا طریقہ تھا۔مسجد و مدرسہ بہت حد تک ہم معنی تھے مدارس میں تحریر وتقریر بھی سکھائی جاتی تھی۔اعلیٰ تعلیم کا نصاب عربی میں رائج تھا۔حضرت شاہ ولی اللہؒ اوران کے خانوادے کی تعلیمی و قائدانہ خدمات ہماری تعلیمی تاریخ کا ناز ہیں۔درس نظامی ہی بادشاہ سے لے کر گدا تک واحد نصاب و کتاب کا دستور تھا۔وہی نصاب وہی معیار اوپر سے نیچے تک عام تھا یہی مسلمانوں کی تعلیمی مین سٹریم تھی۔آج جو طعنہ دیا جاتا ہے کہ دینی مدارس کو مین سٹریم میں لایا جائے تو یہ بیان علمی اور حقیقی لحاظ سے درست نہیں ہے۔اہل ہند کو مین سٹریم سے ہٹا کر برطانوی تعلیمی نظام کے سکول کالج سے وابستہ کرنا اصلاً قومی اور ملّی سطح پر ''تعلیمی انحراف'' تھا جسے حکومتوں اور اس کے سرپرستوں اور کارندوں اور آج کے میڈیا کے ذریعے مین سٹریم کا نام دے دیا گیا اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنا ہی تعلیمی قضیئے یا مغالطے کی بنیاد ہے۔مؤدبانہ درخواست ہے کہ آنکھوں سے برطانوی غلامی کی عینک اتار کر برصغیر کے ماضی وحال کا جائزہ لیا جائے تو حقیقت سمجھ آجائے گی، ذرا غور فرمایئے کہ تحریک پاکستان اور آزادی کی تاریخ کی عظیم ہستیاں کس نظام تعلیم سے اٹھی تھیں۔کیا مولانا اشرف علی تھانویؒ سے لے کر سیّد سلیمان ندوی تک برطانوی سکولوں کے پڑھے لوگ تھے؟ کیا شمس العلما مولوی میر حسن کو انگریزی تعلیم نے مولوی بنایا تھا جس نے حکیم الامہ علامہ اقبال جیسا شاگرد تیار کیا۔کیا سر سید خود برطانوی نظام تعلیم کی پیداوار تھے یا ان کی علمی شخصیت کو برطانوی فنکاروں نے استعمال کیا؟ دراصل تعلیمی نظام کی حقیقتوں کی تاریخ،عروج وزوال، اصلی نقلی نظام کو سمجھنے کے لئے بصیرت، جراءت، تحقیق، غیرت، آزادی وغلامی کے مابین فرق، ذوق غلامی بمقابلہ ذوق حریت کا شعور، اسلامی ہند اور برطانوی ہند کی تیار کردہ علمی شخصیات کی مثالیں وموازنہ وغیرہ عنوانات قابل توجہ ہیں۔

ہمارا حال:۔ موجودہ زمانے میں مسلمان ملکوں کی سیاسی تحریکوں، جمہوری کامیابیوں کے انجام، عسکری وسائل پر مغربیت کے غلبہ جیسے حقائق بھی قابل توجہ

ہیں۔اسلام جیسی دینی روشنی اور اللہ کی رحمت پر ''فرقہ وارانہ غلیظ تعارفی پردے'' کدھر سے اور کیوں کر آ گئے اور ان کے نائن الیون سے تعلق پر غور ہونا چاہیے۔نائن الیون سے پہلے اور بعد کی اسلامی دنیا کے حقائق سے پردے اٹھنے چاہئیں۔رشدی ملعون کے قضیئے' صلیبی یلغار' اور مغرب میں پے درپے توہین رسالت کے واقعات ،فتنۂ ملالہ (مع تفصیلات)' بیک وقت مغربی فضاؤں میں معمول کی زندگی مگر مسلمان ممالک میں لاکھوں معصوم انسانوں اور امن عامہ کے قتل وخون کی تاریخ کیا بتاتی ہے ''جو چپ رہے گی زبانِ خنجر تو لہو پکارے گا آستیں کا'' کی عملی صورت کیا بتا رہی ہے، کیا مغربی دنیا جمہوری اقدار کی پاسدار اور اسامہ کا پیچھا کرنے کی پٹّی کہانی پر عمل پیرا ہے، مغربی لشکروں نے گزشتہ نصف صدی سے مسلم دنیا کے ساتھ خصوصاً تعلیمی شعبے میں کیا رویہ اپنا رکھا ہے؟ یہ آنکھیں کھول کر دیکھنے والے سوالات ہیں۔

اہل مغرب کا سب سے بڑا ہدف: دینی مدارس

مدرسہ کو نشانہ بنانا سمجھ میں آنے والی بات ہے اس لئے کہ مغربی طاقتوں کی سوچوں، یلغار اور سامراجی تاریخ کا سب سے زیادہ شعور قرآن وسنت سے براہ راست راہ نمائی حاصل کرنے والے علمائے امت کو حاصل ہے جن کی طاقت مدارس دینیہ سے وابستہ ہے۔مغرب کے بارے میں اب زیادہ ابہام نہیں رہ جاتا کہ وہ پانچ بنیادی حقیقتوں کی عکاس ہے (1) توحید کے مقابلے میں عقیدہ تثلیث۔(2) نبی آخر الزمان ﷺ سے عداوت۔(3) خانہ کعبہ کی مرکزی حیثیت سے حسد۔(4) جہاد سے دشمنی۔(5) مدارس دینیہ سے نفرت و بیزاری۔ہمارے پاس ہر نکتے کے لئے دلائل کے ہیں ضرورت صرف آنکھیں کھول کر غیر متعصّبانہ انداز میں جدید دنیا کے واقعات پر نظر ڈالنے کی ہے جوابات خود بخود سامنے آجاتے ہیں۔مدارس کے مسئلہ کا اصل حل یہ ہے کہ پاکستان میں سکول کی سطح پر ''پورے ملک میں صرف ایک قومی نظامِ تعلیم ہو'' جس میں پرائمری سطح پر انگریزی کا کوئی وجود نہ ہو۔جب کہ سیکنڈری سطح پر یہ صرف اختیاری مضمون ہو۔سکول اور دینی مدارس کی تقسیم ختم کر دی جائے۔حالیہ دونوں نظاموں کو باہم ملا کر ایک ہی مشترکہ قومی تعلیمی نظام ہو جس کے بالائی سطح پر وہی درجہ ہو جو میڈیکل، انجینئرنگ، عسکری وغیرہ سپیشلائزیشن کے لئے کیا جاتا ہے وہ مدارس کی دینی تعلیم کو دیا جائے۔''انگریزی لازمی'' پاکستانی قوم پر بہت بڑا

اور انتہائی درجے کا ظلم ہے کوئی بچہ بچی جب تک اس بدیشی زبان کا بورڈ و یونیورسٹی امتحان پاس نہ کر سکے اسے اَن پڑھ رہنے دیا جائے اور اگلی کلاسوں میں داخلہ نہ دیا جائے جیسے کہ انگریزی کا پرچہ پاس کرنا ہی اصل اور مرکزی تعلیم ہو یہ غلط سو فی صد غلط اور ظلم ہے۔ ہمارے تعلیمی نظام میں سے انگریزی لازمی کو ختم کر دیا جائے تو تعلیمی مسائل تقریباً اسّی فی صد خود بخود ختم ہو جائیں کہ بحیثیت مجموعی انگریزی لازمی کا تعلیمی قانون ہمارے تعلیمی اور پورے قومی زوال اور ناکامیوں کا اصل سبب ہے جس کو جتنا جلدی ختم کیا جائے ملک و قوم کے حق میں ضروری ہے۔ کاش کہ کوئی قومی لیڈر، جج، یا انقلابی قائد ایسا اٹھے جو اس عظیم قوم کے نونہالوں کو تعلیم کے نام پر ظلم و جبر کی اس بھاری بھر کم چٹان کے نیچے کچلے جانے سے نجات اور آزادی دلا سکے' وہی اس قوم کا ''عظیم ترین ہیرو'' ہو گا۔

بقائے باہمی

اطہر عزیز

جو کام آسکے دوسروں کے انسان — رہے خود غرض تو فقط ایک حیوان
وہی چاہیے دوسروں کے لئے بھی — جو اپنے لئے چاہتا ہے ایک انسان
یہ نکتہ ہی سارے مسائل کا حل ہے — یہ نکتہ ہی سارے مصائب کا درمان
یہ نکتہ ہے ایثار و الفت کا مظہر — یہ نکتہ ہے سچے مسلمان کی پہچان
یہ نکتہ ہمیں دے گیا ہے ایک انسان — ہے سارا جہاں جس کا ممنونِ احسان
وہ انسان کامل وہ ہادیٔ برحقؐ — وہ یٰسین وہ طٰہٰ وہ فرقاں وہ قرآن
بھلائی اسی میں ہے اطہؔر سبھی کی — حشر تک نہ چھوڑیں محمدﷺ کا دامان
وہی چاہیے دوسروں کے لئے بھی — جو اپنے لئے چاہتا ہے ایک انسان

(مرسلہ: شیخ بشیر احمد ساجد، باہروال)

تم کیسے منصف ہو؟

(بشکریہ: ماہنامہ البرھان، مارچ 2015ء)

نبی مکرم ﷺ کے سامنے ایک مقدمہ آیا۔ ان کے ایک نابینا صحابی نے اپنی بیوی کو قتل کر دیا تھا۔ نابینا نے کہا کہ یہ ہر وقت میرے پیغمبر (ﷺ) کو گالیاں دیتی تھی اور ان کی توہین کرتی تھی۔ میں اسے سمجھاتا تھا، منع کرتا تھا لیکن یہ باز نہیں آئی۔ کل رات اس نے پھر وہی حرکت کی، مجھ سے صبر نہیں ہوا اور میں نے اشتعال میں آ کر اسے قتل کر دیا۔ منصف اعظم (ﷺ) نے یہ خون اسے معاف کر دیا۔

اسلام آباد ہائی کورٹ کے منصفو! تم سپریم کورٹ آف پاکستان کے فیصلوں کی نظیر کی پیروی کرتے ہو۔ یہاں تک کہ بعض اوقات سپریم کورٹ آف انڈیا کی نظیر کی پیروی کرتے ہو لیکن تم دنیا کے سب سے بڑے منصف (ﷺ) کے فیصلے کی نظیر کی پیروی نہیں کرتے۔ تم کیسے منصف ہو؟

برطانوی ہند، انگریز کی حکومت۔ ایک مسلمان نوجوان (غازی علم الدین شہید) نے کروڑوں مسلمانوں کے محبوب رہنما حضرت محمد ﷺ کی توہین کرنے والے کو مشتعل ہو کر قتل کر دیا۔ انگریز جج نے اسے پھانسی پر لٹکانے کا حکم دیا۔ آج ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان میں میاں ''محمد'' نواز شریف کی حکومت میں، ''اسلامی'' قانون کے ہوتے ہوئے دو ''مسلمان'' ججوں نے بھی توہین رسالت کے مرتکب ایک بد بخت کو اشتعال میں آ کر کیفر کردار تک پہنچانے والے (ممتاز قادری) کو پھانسی پر لٹکانے کا حکم دے دیا ہے۔ ہم پوچھتے ہیں ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق ہے؟ برطانوی ہند، انگریز کی حکومت، کافر جج، کافرانہ قانون اور ''اسلامی'' جمہوریہ پاکستان، میاں ''محمد''

نواز شریف کی حکومت، ''مسلمان'' جج اور ''اسلامی'' قانون......نتیجہ دونوں کا ایک، مرتکب توہین رسالت کو کیفر کردار تک پہنچانے والے کو پھانسی۔ یہ کیسا انصاف ہے؟ یہ کہاں کا انصاف ہے؟ یہ کیسی مسلمانی ہے؟

ہم اس مقدمے کو 20 کروڑ پاکستانی مسلمانوں کی عدالت میں پیش کرتے ہیں اور ان سے صاف کہتے ہیں کہ اگر تم بھی نہ اُٹھے، تم نے بھی صحیح فیصلہ نہیں کیا، تم نے بھی صحیح فیصلہ نہ کروایا......تو پیغمبر تمہاری نصرت کا محتاج نہیں، اس کی نصرت کا فیصلہ اس ہستی نے کرلیا ہوا ہے، جس کے فیصلوں کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور وہ اپنا فیصلہ سنا چکا ہے کہ 'وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ' اور 'اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَر' وہ اپنے پیغمبر کی نصرت کو کافی ہے......لیکن سوال یہ ہے کہ اے مسلمانانِ اسلامی جمہوریہ پاکستان! تم دونوں جہانوں کی رسوائی اور روسیاہی کیوں مول لینا چاہتے ہو؟

اے منصفو! تم اپنے آج کے لیے کل کیوں برباد کرتے ہو؟ اپنی دنیا کے لیے آخرت کیوں داؤ پر لگاتے ہو؟ کل پیغمبر کو کیا منہ دکھاؤ گے؟ اس سے شفاعت کی درخواست کس منہ سے کرو گے؟ تم کیسے منصف ہو؟

میڈیا کی مادر پدر آزادی اور بے حیائی کی کھلی چھٹی بنتِ حوّا کی تذلیل ہے

ابوفیصل محمد منظور انور

عالمی سطح پر مختلف اقوام کی اکثریت نے خواتین کو صنف نازک کے نام سے پیش کیا ہے اور انھیں امور خانہ داری تک محدود رکھنے کی توقعات و خواہشات کا اظہار کیا جاتا رہا ہے مگر حقوقِ نسواں کے علمبرداروں نے پہلے اسے گھر کی چاردیواری سے بے دخل کرکے مردوں کے مساوی حقوق دلانے کے نام پر بازاروں میں پہنچایا پھر آزادی کے نام پر سیکولر معاشرے میں موجود بے رحم بے حیا عناصر کی خواہشات پر کلبوں اور بازاروں کی زینت بنادیا۔ آزاد خیال معاشروں کے مردوں نے اپنی معاشرتی ذمہ داریوں سے پہلوتہی کرتے ہوئے پیکر شرافت، عفت مآب خواتین کو بھی روزی روٹی کمانے کے نام پر بازار کی زینت بنادیا کہ اب اسے شمع محفل بنا کر مردوں کے شانہ بشانہ کما کر لانے کی ذمہ داریاں سونپ دی گئی ہیں اور بات یہاں تک جا پہنچی ہے کہ امور خانہ داری کی ذمہ داری نبھانے کی بجائے اسے گھر سے باہر دھکیل کر مادر پدر آزاد، روشن خیال، مردوں کے معاشرے میں ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا ہے جو اسے کمرشل بنیادوں پر Decoration Piece کے طور پر پیش کرکے اپنے مکروہ عزائم پورے کرنے اور اپنی جنسی و معاشی جملہ ضروریات پوری کرنے لئے استعمال کررہا ہے۔

ترقی یافتہ مغربی ممالک نے تو ایک منظّم سازش کے تحت عورتوں کے ذریعے جدید مغربی افکار کو اپنی تہذیب وتمدن کے نام پر دنیا بھر میں پھیلانے کا آغاز کررکھا ہے خاص طور پر آزاد میڈیا

کے موجودہ دور میں ٹی وی کی سکرین پر عورت کی جسمانی نمائش کے ذریعے اسے بے حیائی کے روپ میں پیش کر کے اس کی انتہائی حد تک تذلیل کی جارہی ہے۔ 'عورت' جس کا مطلب چھپا کر رکھنے والی چیز ہے اسے مجسمہ شرم وحیاء، ستر پوشی و پردہ پوش بنانے کی بجائے پیکر حسن و جمال بنا کر پیش کیا جارہا ہے۔ مذہب اسلام نے خواتین کو جو حقوق دیے شاید ہی کسی دوسرے مذہب نے وہ حقوق دیے ہیں مگر بد قسمتی کی انتہا یہ ہے اسلامی ممالک میں بھی گھروں میں چھپا کر رکھی جانے والی عورت کو شمع محفل بنا کر پیش کیا جارہا ہے اب تو شاید وہ عورت بھی نہیں جانتی کہ قرآنی احکامات، اخلاقیات، اسلامی اقدار کیا ہیں جن پر عمل پیرا ہونے کی صورت میں انھیں اللہ ربّ العزت نے جنت الفردوس میں مقام دینے کا وعدہ کیا ہے۔ یہ سب کچھ تو بھلایا جاچکا ہے اوراب مذہبی اسلامی تعلیمات کو یکسر بھلا کر اسے چند ٹکوں کے عوض قعر مذلت میں دھکیل دیا گیا ہے۔

پاکستانی میڈیا اس وقت اپنے چینلز پر جو کچھ دکھا رہا ہے، کوئی بھی غیرت منداور حیادار انسان ان پروگرامز کو دیکھنے کے قابل ہی نہیں سمجھتا ہے مگر بامر مجبوری اس وقت ان اخلاق باختہ پروگراموں کو نا صرف پاکستانی مسلمان بلکہ دنیا بھر کے دیگر مذاہب کے کروڑوں انسان دیکھتے ہیں میڈیا کا اصل کام تو عوام کو عالمی و مقامی حالات و واقعات سے باخبر رکھنا ہوتا ہے کسی بھی قوم کے عالم فاضل، دانشور، مذہبی رہنماء اور سیاسی شخصیات پہلے اسے مشنری جذبے کے تحت اپنی قوم و ملک کی رہنمائی کے لئے استعمال کرتے تھے یا پھر شاعر اپنی شاعری سناتے اور انھیں ورطۂ تحریر میں لاتے تھے کتابیں شائع ہوتی تھیں اور اس کے ذریعے یہ پیغام دوسرے لوگوں تک پہنچتا تھا اور ملکی غیر ملکی حالات واقعات وثقافت سے آگاہی ہوتی تھی مگر بد قسمتی سے اب پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا نے اسے شوبز کی طرز پر چلانا شروع کر دیا ہے الیکٹرانک میڈیا پر قابض عناصر نے اپنے اپنے مفادات کی خاطر اسے تجارتی بنیادوں پر چلانا شروع کر رکھا ہے مغربی اور بھارتی میڈیا کی نقالی کرتے ہوئے پاکستان میں میڈیا کو زیادہ تر تفریحی مقاصد کے لئے استعمال کرنا شروع کر دیا ہے اس وقت اکثر ٹی وی چینلز پر جو کچھ دکھایا جارہا ہے وہ قابل مذمت ہی نہیں نا قابل برداشت ہوتا جارہا ہے بے ہودگی سے مرصع کمرشل اشتہارات انسانوں کو نفسیاتی مریض بنارہے ہیں اگرچہ کوئی بھی غیرت منداور حیادار مسلمان ایسے پروگرامز کو دیکھ کر کسمساتا اور کڑھتا ہے مگر وہ تیزی کے ساتھ

بدلتی ہوئی عالمی و مقامی اور سیاسی صورت حال سے باخبر رہنے کے لیے بامر مجبوری یہ پروگرامز دیکھنے پر مجبور ہیں خبروں کے دورانیہ میں ایسے گھٹیا کمرشل اشتہارات دکھانا چینلز مالکان اور متعلقہ انتظامیہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ان اخلاق باختہ پروگراموں کو نا صرف پاکستانی مسلمان بلکہ دنیا بھر کے دیگر مذاہب کے کروڑوں انسان دیکھتے ہیں جو ہماری روشن خیالی کی داد دیتے ہوئے ہماری اسلامی ثقافت کو بے توقیر ہوتے دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ دشمنان اسلام صدیوں سے ہمیں رقص وسرور کے رسیا، ننگ دین واسلامی اخلاقیات سے عاری ایسے ہی بے عمل وگمراہ مسلمان بنانے اور دیکھنے کے متمنی تھے اور اب ان کا یہ دیرینہ خواب تقریباً شرمندہ تعبیر ہو چکا ہے۔عریانی فحاشی کے اڈتے ہوئے موجودہ سیلاب میں اسلامی اخلاقی قدریں دفن ہو رہی ہیں شرم حیا جو تھوڑا بہت بچ گیا ہے وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی رخصت ہو رہا ہے اگر فحاشی کے سیلاب کا سدباب نہ کیا گیا اور اس پر قابو نہ پایا گیا تو شاید ہماری آئندہ نسلوں میں وہ شرم وحیا مفقود ہو جائے گا پہلے ریڈیو کا زمانہ آیا اور پھر تفریح کے نام پر اسٹیج ڈرامے ہونے لگے،شروع شروع میں اس کے پروگرام سنجیدہ گفتگو اور ہلکے پھلکے مذاق تک محدود رہے پردہ سکرین ایجاد ہوا اور فلمیں بننے لگیں وقت کے ساتھ ساتھ اس میں تبدیلی آتی چلی گئی اور سنجیدہ اور معیاری کے بجائے لچر پن پر مبنی پروگرامز نشر ہونے لگے اسے ایک صنعت کا درجہ دے کر باقاعدہ ایک سازش کے تحت بے حیائی کو فروغ دینے کے پروگرام شروع کئے گئے جس میں اب اتنا اضافہ ہو چکا ہے کہ کوئی بھی پروگرام عریانی فحاشی دکھائے بغیر نشر نہیں ہوتا اور صورت حال اب یہاں تک آ پہنچی ہے کہ کوئی شریف آدمی ان پروگرامز کو اپنی فیملی کے ساتھ بیٹھ کر دیکھنے کی جرأت ہی نہیں کرتا راسخ العقیدہ مذہبی رجحان والے افراد کی اکثریت کی طرف سے تو اپنے گھروں سے ٹی وی سیٹ کو دیس نکالا دیا جا رہا ہے البتہ مذہب بیزار مغربی کلچر کے دلدادہ، روشن خیال سیکولر طبقات اور مادر پدر آزادی کے رسیا وعلمبرداروں کی بات اور ہے موجودہ ملکی تناظر میں امن وامان کی تیزی سے بگڑتی ہوئی صورت حال اور بدامنی کے دور میں ایک ایسے ملک میں جس کی بنیاد کلمہ طیبہ کے نام پر رکھی گئی تھی ایسے گھٹیا پروگرام دکھانا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ٹی وی چینلز جو عریانی فحاشی کو پھیلانے میں دن رات ایک کئے ہوئے ہیں اس وقت پاکستانی اخبارات میں جو چھپ رہا ہے اور ٹی وی چینلز جو پروگرام نشر

کر رہے ہیں اس سے نا صرف ایک مادر پدر آزاد معاشرے کی عکاسی ہو رہی ہے بلکہ نو جوان نسل اخلاقی طور پر گناہوں کی دلدل میں دھکیلی جارہی ہے جس کا اندازہ روزانہ اخبارات میں شہ سرخیوں کے ساتھ چھپنے والی کم عمر بچیوں سے زیادتیاں اور لڑکیوں سے ریپ کے قصے شامل ہیں جب سے الیکٹرانک میڈیا کا دور شروع ہوا ہے عوام کو تفریح کے نام پر ایسے ایسے روح فرسا مناظر دیکھنے کو مل رہے ہیں جنھیں اکثریت پسند نہیں کرتی ہے یوں لگتا ہے کہ شاید ہمارا اسلام اور مسلم معاشرے سے کوئی تعلق ہی نہیں پڑوسی ملک بھارت کا تو مذہب ہی موسیقی سے عبارت ہے بت پرست معاشرے کی دیکھا دیکھی ہمارے مسلم ملک میں ایسے مخرب اخلاق اور فحاشی وعریانی کے منظر دکھائے جارہے ہیں جس کا کسی مسلم معاشرے میں تو تصور ہی نہیں ہے کچھ عرصہ قبل کسی ڈرامے میں قابل اعتراض سین پر عوام میں ردعمل ہوتا نظر آتا تھا اور وہ احتجاج بھی کرتے نظر آتے تھے مگر اب لگتا ہے کہ من حیث القوم ہم یہ سب کچھ ہضم کر کے خاموش تماشائی کا کردار ادا کر رہے ہیں ہم نے اس فحاشی عریانی اور گندگی کے خلاف آوازیں بلند کرنا ہی چھوڑ دیا ہے جس سے شہ پا کر مادر پدر آزاد چند لوگوں نے ٹی وی چینلز کے ذریعے معاشرتی برائیوں کو اور زیادہ بڑھانے کا کام شروع کر رکھا ہے۔ مذہبی حلقوں کی طرف سے کبھی کبھی آوازیں بلند ہوتی تھیں مگر اب وہ بھی بند ہونا شروع ہوگئی ہیں صورت حال دن بدن گمبھیر ہوتی جارہی ہے عوامی سطح پر نجی محفلوں میں تو ان پروگرامز کی مذمت کرنے کی باتیں سننے دیکھنے میں آتی ہے مگر روز افزوں بڑھنے والے عریانی فحاشی کے اس سیلاب کو روکنے کی سنجیدہ کوشش بالکل نظر نہیں آرہی ہے اپنی آئندہ نسلوں کو فحاشی وعریانی کی دلدل میں دھکیل کر ہم انھیں کیسے مسلمان بنانے چاہتے ہیں سالوں قبل سنیما ہالز میں جا کر سول سوسائٹی کے کچھ لوگ تفریح کے نام پر جو کچھ کرتے تھے وہ الگ قصے ہیں مگر اب تو ہر گھر سینما بن چکا ہے اور کیبل کے ذریعے دور دراز علاقوں تک یہ پروگرامز دکھائے جارہے ہیں پڑوسی ملک بھارت کی فلمیں ڈرامے دیکھ کر ہماری موجودہ نسلیں بہت کچھ اور دیکھنے کے متمنی تھے سو الیکٹرانک میڈیا نے وہ کمی اب پوری کر دی ہے۔ کتنے شرم کی بات ہے کہ اب کسی بھی چینل پر خبریں بھی نہیں دیکھ سکتے کیونکہ کمرشل اشتہارات کے ذریعے فحاشی اور عریانی کا وہ طوفانِ بدتمیزی برپا ہے جسے مغرب ہندو معاشرے کے علاوہ شاید کوئی دوسرا مذہب قطعی طور پر اجازت نہیں دے سکتا مگر خبریں سننے

والوں کو زبردستی دکھائے جاتے ہیں کسی بھی کمرشل اشتہار کو لے لیں موبائل فون، کاسمیٹکس، چائے، صابن وغیرہ اور کسی بھی دوسرے کمرشل اشتہار میں ایک طرف حوا کی بیٹی کی تذلیل کی جارہی ہے دوسری طرف دیکھنے والے انگشت بدنداں ہیں کہ آخر ہم نے کیا جرم کرلیا ہے کہ عالمی واقعات وحالات سے آگاہی حاصل کرتے وقت زبردستی یہ سب کچھ دیکھنے پر مجبور ہیں چینلز مالکان جن میں اب مشنری جذبے سے عاری لوگ ہیں جو زیادہ سے زیادہ دولت کمانے کے لئے سرگرداں اور دن رات ایک کئے ہوئے ہیں وہ اپنی ریٹنگ بڑھانے کے لئے عریانی وفحاشی کا سہارا لئے ہوئے ہیں نوجوان نسل جسے مذہبی سوچ کے ساتھ عملی زندگی گزارنے کی تربیت کی اشد ضرورت ہے ہم انھیں انتہائی حد تک گندے مخرب اخلاق مناظر دکھا کر کون سی نئی نسل بنا رہے ہیں اسلام دشمنوں کو ہمیں مارنے یا ختم کرنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے ہم اخلاقی طور پر زوال پذیر ہی نہیں تباہی و بربادی کے گہرے گڑھے میں دھکیلے جارہے ہیں۔

ارباب اختیار ٹی وی چینلز اور اخبارات کے ذریعے فحاشی کو روکنے اور اس کے سدباب کے لئے ضابطہ اخلاق بنائیں اور اسے فوری طور پر روکیں ورنہ ہم دنیا میں ایک لا دین اپاہج معاشرے کی شکل میں موجود تو ہوں گے مگر ہمارا کردار کسی غیر مسلم فرد سے کم تر نہ ہوگا حزب الشیطان کا مقابلہ کرنے کے لئے ہمیں اپنے گھروں میں ایسے حیا سوز پروگرامز دیکھنے دکھانے پر پابندی عائد کرنا ہوگی اور کیبل کے ذریعے پھیلنے والی برائی کے خلاف آواز اٹھا کر بڑھتی ہوئی برائی کو روکنے کے لئے موجودہ قوانین میں ترمیم کرنے کے لئے مقتدر طبقات پر دباؤ بڑھانے کی ضرورت ہے اور اسے روکنے کے لئے حتی المقدور کوشش کرنا ہوگی ایک مسلم ملک ومعاشرے میں میڈیا کے لئے ضابطہ اخلاق مقرر کرنے اور اس پر سختی سے عمل درآمد کروانے کی اشد ضرورت ہے۔

مجھے تہذیب حاضر نے عطا کی ہے وہ آزادی
کہ ظاہر میں تو آزادی ہے باطن میں گرفتاری
تو اے مولائے یثربؐ آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایمان ہے زناری (اقبال)

ہماری جامعات: سامراجی نقطۂ نظر کی پرورش گاہیں

ایس ایم محمد ادریس

(ماہنامہ 'البرہان' لاہور اکتوبر 2014ء)

میں کوئی عالم و فاضل نہیں بلکہ ایک کارکن ہوں جس نے اس دور میں پرورش پائی جب ایشیا افریقہ اور لاطینی امریکہ میں نو آبادیاتی نظام کے ستائے ہوئے لوگ انصاف، آزادی، خودمختاری اور حریت کے لئے دلیرانہ جدوجہد کر رہے تھے۔

میں بھی اپنی نسل کے انہی سامراج مخالف لوگوں میں سے تھا، جن میں اس نظام کی مخالفت کے بیج اوائل عمری ہی میں بو دیے گئے تھے۔ یہاں میں ایک ذاتی تجربہ بیان کرنا چاہتا ہوں جو آج بھی میرے ذہن میں تازہ ہے۔

پینانگ میں ایک اینگلو چائینز اسکول میں جو کہ ایک مشنری اسکول تھا، میں نے اپنی انگریزی کی اُستانی مس مورٹون کا حکم ماننے سے انکار کر دیا اور اسکول میں نیکر پہننے سے انکاری ہو گیا۔ میں اپنے اوپر اس قسم کی کوئی بھی پابندی عائد کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا۔ مس مورٹون کی ناراضی کے باوجود میں لمبے پاجامے ہی پہنتا رہا تاکہ مسلمانوں کے طرزِ لباس سے وابستہ رہ سکوں۔ مزاحمت کا یہ جذبہ میرے اندر اور میری نسل کے سامراج مخالف لوگوں میں اب بھی زندہ ہے۔

جب سامراجی نظام کا جھنڈا 'یونین جیک' سرنگوں ہوا تو ہمیں اس بات کا یقین تھا اور ہم اس پر بہت خوش تھے کہ ہم نے خود کو صدیوں پرانے نو آبادیاتی نظام کے شکنجوں سے آزاد کرا لیا ہے

اوراب ہم اپنی زبان، تہذیب، روایات اور نظامِ تعلیم پر فخر کرتے ہوئے دوسری اقوام میں سر بلند اور ممتاز ہو سکتے ہیں۔

یہ حقیقت کہ ہمارا یہ یقین سطحی اور غیر موزوں تھا، مجھ پر اس وقت آشکار ہوئی جب میں 1987ء میں کلاڈ آلویرز اور تھرڈ ورلڈ نیٹ ورک (THIRD WORLD NETWORK) کے دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ کلکتہ کے دورے پر تھا۔ ہم کھانا کھانے کے لئے ایک ریستوران میں گئے لیکن مجھے محض اس بناء پر داخل ہونے سے روک دیا گیا کہ میں سارونگ (ملایا کے قومی لباس) میں ملبوس تھا۔ یہ میرے لئے بہت مایوسی کی بات تھی کیونکہ مجھے ایسا محسوس ہوا کہ مس مورٹون ابھی بھی آس پاس ہی موجود ہیں حتیٰ کہ مہاتما گاندھی کی سرزمین پر بھی۔

ہم اس بات کا ادراک کرنے سے قاصر رہے کہ نوآبادیاتی نظام نے ہمارے معاشروں میں گہری جڑیں بنالی ہیں۔ اس نے نہ صرف ہماری سیاست و معیشت پر قابو پایا بلکہ یہ نوآبادیاتی نظام کے شکار لوگوں کے لئے اس سے بھی زیادہ خطرناک تھا۔ یہ ایک ایسی پرفریب قوت تھی جو ہماری زندگی کے ہر شعبے میں نفوذ کر گئی تاکہ ہمارے اوپر مکمل قابض ہو سکے۔

میرے ساتھیو! ہم میں سے یہاں موجود لوگوں میں سے کتنے اس روگ سے صحیح طریقے سے واقف ہیں جو ہمیں تکلیف دیتا ہے۔ اس کانفرنس میں جو کچھ بھی کہا اور کیا گیا ہے، اس کے برخلاف ہم میں سے کتنے لوگ بطور نمونہ اپنا قومی لباس زیب تن کرنا پسند کریں گے۔ ہم ایسا کرنے میں بہت شرمندگی محسوس کریں گے۔ ہمیں یہ بات خوفزدہ کیے دیتی ہے کہ یہ لباس قابل قبول نہیں ہوگا اور اس کی وجہ سے ہمیں حقارت کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ یہ اس آزار کا خفیف سا درجہ ہے۔ اس سے بھی زیادہ سنجیدہ صورت حال یہ ہے کہ ہم میں ایسے لوگ بھی ہیں جو جلد کو گورا کرنے، پلکوں کو بھاری بنانے اور بالوں کو بھورا کرانے کے چکروں میں ہیں تاکہ خود کو ایشیائی باشندوں کی بجائے کوہ قاف کے نقلی باشندوں میں تبدیل کر سکیں۔

جھوٹ کا جال:

نوآبادکار اپنی جارحیت کے زعم میں، دنیا بھر میں اپنے نوآبادیاتی کارناموں کے لیے

کسی بھی قسم کی اَخلاقی حدود وقیود سے آزاد ہو جاتے ہیں۔ وہ جھوٹ کا ایک جال بنتے ہیں کہ ان کے محکوم لوگ بچگانہ، غیر مہذب اور مضحکہ خیز مخلوق ہیں جنہیں تہذیب یافتہ بنانے کی ضرورت ہے ایسے بدترین واقعات بھی موجود ہیں جہاں انہوں نے مقامی لوگوں سے انسانیت سوز سلوک کیا اور ان کے خلاف نسل کُشی کے مرتکب ہوئے۔

لارڈ میکالے نے، جس نے ہندوستان کا نظامِ تعلیم ترتیب دیا تھا، انتہائی نخوت سے یہ اعلان کیا کہ تمام تاریخی معلومات، جو سنسکرت زبان میں لکھی گئی تمام کتابوں سے لی گئی ہیں، کی قدر و قیمت ان ادنیٰ خلاصوں سے بھی کم ہے جو انگلستان میں ابتدائی مدارس میں استعمال ہوتے ہیں۔ یہ ایک سفید جھوٹ ہے، کیونکہ یورپ نے اس امر کا اعتراف کیے بغیر (جیسا کہ وہ احیائے علوم کی تحریک سے یہ ذکر حذف کر دیتے ہیں) عربوں، ہندوستانیوں، چینی لوگوں اور امریکہ کے سرخ ہندی باشندوں کے وسیع ذخائرِ علمی سے بہت کچھ مستعار لیا ہے۔

نوآبادیاتی نظامِ تعلیم ان جھوٹی باتوں کو فروغ دینے کا ذریعہ تھا۔ اس کا مقصد منتظمین، کلرکوں، پیشہ ور افراد اور علمی اکابرین کی ایک ایسی کھیپ تیار کرنا تھا جو نوآبادیاتی نظام کو قائم رکھ سکے اور اس کا دفاع بھی کر سکے۔ ان کی تعلیم نے ان کی تاریخی وتہذیبی جڑوں کو کاٹ ڈالا اور مغربی رسوم، اَقدار اور تصورات سے لاجوڑا، جو ان کے اندر پیوست کر دی گئی تھیں۔

اس بنیادی سماجی جوڑ توڑ کا نتیجہ یہ نکلا کہ انہوں نے نوآبادیاتی ذہن رکھنے والی ادنیٰ تخیل کی حامل اور تخلیقی صلاحیت سے عاری مقامی اشرافیہ تیار کر دی۔ انہیں ایسی مسخ شدہ شخصیت بنا کر رکھ دیا جو خود اعتمادی، عزت نفس اور وقار سے عاری تھی۔ ان کا طرز زندگی، ذوق اور اقدار عام لوگوں سے کوسوں دُور جب کہ اپنے نوآبادیاتی آقاؤں کے خاصا قریب تھا۔ ان کے بارے میں جیسا کہ لارڈ میکالے نے کہا کہ یہ ان لوگوں کی جماعت تھی جو رنگ اور نسل کے اعتبار سے تو ہندوستانی، ملائیشیائی، چینی یا افریقی تھے لیکن اپنی پسند ناپسند، اپنی آراء، اَخلاقیات اور ذہنیت کے اعتبار سے انگریز تھے۔

نوآبادکاروں کے چلے جانے کے بعد، اقتدار اس طبقے کے ہاتھوں میں آ گیا۔ انہوں نے اداروں مثلاً سول سروس، عدلیہ، پولیس اور جامعات وغیرہ کا انتظام وانصرام سنبھال لیا۔ یہ

طبقہ نو آبادیات ہی کی پیداوار تھا تاکہ وہ اس کے مفادات کا تحفظ کر سکے اور ان کے فلسفے اور نظریات کو نقصان پہنچائے بغیر اس پر عمل درآمد جاری رکھوا سکے۔

ہماری جامعات سامراجی تصورات کی پرورش گاہیں، وہ اپنے تعلیمی نمونوں کے ذریعے مغربی بالادستی کو دوام بخشتی ہیں جو کہ ہماری تہذیب، زبان، طرزِ زندگی، نظام تعلیم اور عظمت کے لئے تباہ کن ہے۔

حقیقی آزادی حاصل کرنے اور خود اپنی حقیقت سے روشناس ہونے کے لئے ہمیں خود کو اس مغربیت سے پاک کرنا ہوگا جو ہمارے اندر سرایت کر چکی ہے۔ جیسا کہ 'اشیس نندی' اور دوسرے لوگوں نے اپنی کتاب THE BLINDED EYE:500 YEARS OF CHRISTOPHER COLUMBUS میں لکھا ہے:

> ''اندرونی کولمبس، بیرونی کولمبس کی نسبت زیادہ بڑی رکاوٹ ثابت ہوسکتا ہے۔ اس کی سائنس، اس کی معیشت، فطرت کی طرف اس کے رویّے، جنس اور صحت کے متعلق اس کے نظریات، دوسروں کے متعلق اس کے نقطۂ نظر اور ان کی زبانوں نے ہمارے اندر گہری جڑیں بنالی ہیں۔ ان چیزوں کو جڑوں سے نکال پھینکنا یقیناً تکلیف دہ امر ہوگا لیکن ایسی کوئی مجبوری بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے اس بنیادی کام کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا جائے۔''

اپنے آپ کو اندرونی کولمبس سے نجات دلانے کے مشن پر عمل پیرا ہونے کے لئے 'سٹیزنز انٹرنیشنل' نے بعض دیگر اداروں کے ساتھ مل کر تدریس و تحقیق کے موضوع پر تین بین الاقوامی کانفرنسیں منعقد کی ہیں۔ ہم نے نصاب کی از سرِ نو تشکیل اور بالادستی کے مسائل پر بھی تبادلہ خیال کیا۔ نظریاتی اور عملی اعتبار سے ہم ایسی علمی دنیا کا حصہ نہیں بننا چاہتے جہاں ہمارا کردار محض ثانوی اور نقالوں کا سا ہو۔

اس کانفرنس میں، جو کہ جامعات کو نو آبادیات سے پاک کرنے کے موضوع پر پہلی کانفرنس تھی، نصاب کو یورپی اثرات سے، خواہ وہ نظریاتی ہوں یا طریقہ کار سے متعلق، آزاد کرانے پر غور کیا گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ ہم استعماریت کے خاتمے کی نشاندہی کے قابل اہل علم حضرات کو مدعو

کریں گے تاکہ وہ نصاب کے متعلق اپنے غیر یورپی تصورات کے بارے میں تبادلہ خیال کر سکیں کہ یہ نصاب کیسے معلوم ہوتے ہیں، کیا یہ مستند ثابت ہوں گے اور کیا یہ سوشل سائنس کے تناظر میں ایسی بنیاد ثابت ہوں گے جو یورپی تصورات کے رنگ میں رنگی ہوئی نہ ہو۔

کیا ہم اس سمت میں مزید پیش قدمی کر سکتے ہیں اور ان سوشل سائنسز کو جو ہمارے لیے بے کار ہیں اور ہماری اقدار اور مذہبی روایات سے لگا نہیں کھاتیں، نصاب میں شامل یا خارج کرنے کی آزادی حاصل کر سکتے ہیں اور خود اپنے لیے نئی سوشل سائنسز ترتیب دے سکتے ہیں؟

آیئے، خود اپنے ساتھ دیانت دار ہو کر سوچیں، یا تو ہمیں اس عزم و ہمت کا مظاہرہ کرنا ہوگا کہ سماجی اعتبار سے اپنے لیے فائدہ مند سائنس ایجاد کر سکیں، یا ہمیں سماجی سائنس کی اندھا دھند تقلید بند کرنا ہوگی۔ کچھ یہاں اور کچھ وہاں سے مستعار لے کر ایک ایسا ملغوبہ تیار ہوگا جو کسی کو بھی متاثر نہ کر سکے گا اور درحقیقت بے معنی ہوگا۔

ہم اپنے ورثے کو دوبارہ حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کہ خطرے میں ہے۔ ہم ان بیڑیوں کو جو کہ ہمیں باندھ کر غلام بنائے ہوئے ہیں، ہٹائے بغیر مکمل طور پر آزاد اور خود مختار نہیں ہو سکتے۔

اگر لارڈ میکالے نے اپنی بالادستی قائم رکھنے کے لئے ترجمان تیار کیے تھے تو آپ میں سے آگاہی اور علم رکھنے والے تمام افراد پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس کنٹرول کا رخ بدلنے کے لیے قیادت کریں اور اس کام کو شروع کرنے کی اوّلین جگہ ہماری جامعات کے اندر ہے۔

حتیٰ کہ ہماری جامعات میں بھی ایسی تبدیلیاں لانے کی کوشش کو ایک انتہا پسندانہ مشق گردانا جائے گا۔ ہماری نفسیات میں مغرب کا اثر و نفوذ اس قدر زیادہ ہے کہ اس سے ہٹ کر سوچنا ایک ناقابل تخیل بات ہے، اس ڈر سے کہ ہم غربت اور پسماندگی کا شکار ہو جائیں گے۔ یہ سوچنا تو ایسا ہے جیسے نوآبادیاتی نظام کے آنے سے پہلے کوئی تہذیب موجود ہی نہیں تھی۔

تبدیلی آسکتی ہے، اگر آپ ذرائع ابلاغ پر دوڑائیں۔ کئی عشروں تک ہر کوئی یہی شکایت کرتا تھا کہ دنیا کے ذرائع ابلاغ پر چند ایک مغربی ایجنسیاں قابض ہیں۔ الجزیرہ نے اس قبضے کو کسی حد تک توڑ ڈالا اور سماجی واقعات کو دیکھنے کا ایک بالکل مختلف، زیادہ پرکشش اور زیادہ مبنی برحقیقت انداز متعارف کروایا۔

بہارِ عرب (ARAB SPRING) کے غنچوں پر بھی نظر دوڑائیں۔ ایک طویل عرصے تک ہمارا خیال تھا کہ آمریت اور استبداد عرب دنیا کی مستقل حالت ہیں۔ ظلم کے شکنجے کو توڑ پھینکنے کی جرأت دکھانے سے عربوں میں انقلاب آئے گا بالکل اسی طرح جیسا کہ ترکوں نے عسکری تسلط سے نجات کے لئے پیش قدمی کی تھی۔

بین الاقوامی اداروں، جیسا کہ اقوام متحدہ کے تعلیمی، سائنسی و ثقافتی ادارے (UNESCO)، پر ایک مقدس فرض عائد ہوتا ہے جسے کوئی اور ادا نہیں کر سکتا۔ یہ فرض ہے تہذیبوں کی حفاظت، انسانیت کے وسیع تنوّع کی حفاظت، اس کی زبانوں، اس کے روایتی علوم اور مہارتوں کی حفاظت کا۔ یونیسکو اس دوڑ میں شامل نہیں ہوسکتا کہ تہذیبوں کا اِدغام ہو اور ان متنوّع تہذیبوں کو کچل کر ایک ہی برتر بھاری بھرکم عالمگیر تہذیب کی حکمرانی ہو جو دوسری تہذیبوں کا احترام نہیں کرتی۔ یونیسکو کو اس امر کو یقینی بنانا چاہئے کہ سماجی سائنس بھی اسی قدر متنوّع رہے جتنی خود انسانیت ہے اور اس امر کو بھی کہ تہذیبیں اور ان کے علوم یقینی طور پر محفوظ اور سلامت رہیں۔

(بشکریہ ’مغرب اور اسلام‘)

دیواروں پر اشتہار چسپاں کرنا

مفتی وزیر احمد

(بشکریہ: مجلّہ فقہ اسلامی کراچی، مارچ 2015ء)

دورِ حاضر کا ایک عظیم المیہ یہ بھی ہے کہ اکثر پروگراموں کے لیے ہزاروں کی تعداد میں اشتہار چھاپ کر ایسی دیواروں پر چسپاں کیے جاتے ہیں جن کے متصل کھلا گٹر اور گندی نالی بہہ رہی ہوتی ہے۔ اشتہار لگانے والے کو واضح نظر آ رہا ہوتا ہے کہ یہ اشتہار گر کر اس غلاظت خانہ میں جائے گا یا پھر اشتہاروں کے تمام تر ٹکڑے گلیوں اور بازاروں میں جوتوں کے نیچے روندے جائیں گے۔ میری نظر سے جتنے اشتہار گزرے ہیں اکثر پر بیت اللہ شریف اور گنبد خضراء کا عکس، جلی حروف میں صلوٰۃ وسلام اور بہت ہی مقدس کلمات لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اور اس سال تو ضلع لیہ کے اکثر سیاستدانوں کے اشتہارات پر قرآنی آیت "نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ" (الصّف: 13) بھی لکھی ہوئی تھی۔ حالانکہ کسی پروگرام کی تشہیر اشتہارات کے علاوہ ہوسکتی ہے مثلاً بینر، پینا فلیکس آویزاں کر دیے جائیں اور پروگرام گزرنے کے بعد انہیں اتار لیا جائے یا پھر دعوت نامہ چھاپ کر جلسہ کی دعوت دی جاسکتی ہے۔ اگر یہودی، انگریز گستاخی کرے تو مسلمان ممالک میں ہر طرف سے احتجاجی ریلیاں نظر آتی ہیں۔ بھلا اگر ہمارے ہاتھوں سے ایک ماہ ربیع الاوّل شریف کے پروگراموں پر چھپنے والے لاکھوں اشتہار غلیظ نالیوں کی نذر ہوں تو جواب دہ کون ہوگا؟

علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "وَلَا يَنْبَغِي الْكِتَابَةُ عَلٰى جُدْرَانِهِ" مسجد کی دیواروں پر نہیں لکھنا چاہیے۔ (درمختار: 490/1؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "أَيْ خَوْفًا مِنْ أَنْ تَسْقُطَ وَ تُوْطَأَ" اس خطرہ سے

کہ دیواروں سے کتابت کے گرنے سے پائمالی ہوگی۔(فتاویٰ شامی:490/1؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

علامہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:ولو كتب القرآن على الحيطان و الجدران بعضهم قالوا: يرجى ان يجوز ، و بعضهم كرهوا ذالك مخافة السقوط تحت اقدام الناس ، كذا في فتاوىٰ قاضي خان

اگر قرآن پاک کی آیت دیواروں پر لکھی جائیں تو بعض علماء کرام نے فرمایا جائز ہے اور بعض نے فرمایا پاؤں تلے آنے کے خوف سے دیواروں پر لکھنا مکروہ ہے۔(فتاویٰ ہندیہ:323/5؛ دار احیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

علامہ مفتی جلاء الدین احمد امجدی کے ہاں ایک استفتا آیا کہ مکان کے بیرونی حصہ پر آیت الکرسی، کلمہ طیبہ یا دوسری آیت قرآنیہ کندہ ہوں اور بارش کا پانی ان پر سے گزر کر نالی میں جاتا ہے تو اس کے بارے کیا حکم ہے؟ جواب لکھتے ہیں: سیمنٹ سے بھر کر اسے مٹا دیا جائے۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رضی عنہ ربہ القوی تحریر فرماتے ہیں کہ:"دیواروں پر کتابت سے علماء نے منع فرمایا ہے کما فی الھندیۃ وغیرہا،اس سے احتراز ہی اسلم ہے۔اگر چھوٹ کر نہ بھی گریں تو بارش میں پانی ان پر گزر کر زمین پر آئے گا اور پامال ہوگا غرض مفسدہ کا احتمال ہے اور مصلحت کچھ بھی نہیں لہٰذا اجتناب ہی چاہیے۔(فتاویٰ فقیہ ملت:328/2؛شبیر برادرز، لاہور)

فقہاء کرام کی مندرجہ بالا عبارات کی روشنی میں یہ مسئلہ واضح ہوگیا کہ دیواروں پر لکھنے سے احتراز چاہیے جبکہ دیواروں پر لکھا ہوا کافی حد تک مضبوط ہوتا ہے عام طور پر ایک دو سال تک نہیں گرتا اور اشتہارات تو دوسرے دن گر جاتے ہیں۔لہٰذا مندرجہ بالا حکم اشتہارات کے لیے بطریق اولیٰ ہوگا۔

حروف کی تعظیم لازم ہے اگر چہ کچھ بھی لکھا ہوا ہو۔کچھ لوگ اخبارات کو طرح طرح کی ضروریات میں استعمال کرتے ہیں بطور دسترخوان، ہوٹل سے روٹی اخبار میں لپیٹ کر دی جاتی ہے، کھانا کھانے کے بعد ہاتھ پونچھ لیے، کوئی چیز میلی کچیلی ہوجائے تو اسے اخبار سے صاف کرلینا، کچھ کم بخت جوتے صفا کرنے سے اجتناب نہیں کرتے ،بعض دوکاندار"سودا سلف"اخبار کی پڑیا میں دیتے ہیں غرض یہ کہ قلیل مقدار میں اشیاء خوردنی سب کی سب اخبار کے ٹکڑوں میں بکتی

ہوئی نظر آتی ہے۔ حالانکہ اس کے برعکس حکم یہ ہے کہ اخبارات کی تعظیم ضروری ہے۔ بیشتر اخبارات میں قرآن وحدیث کا ترجمہ ضرور ہوتا ہے خصوصاً دینی، مذہبی کالموں میں تو درجنوں آیات کریمہ اوراحادیث طیبہ درج ہوتی ہیں۔ علاوہ ازیں جن لوگوں کے نام کے ساتھ احمد، محمد ہوتا ہے اگر ایک دن کی کسی بھی اخبار سے ایسے نام شمار کیے جائیں تو سینکڑوں سے زیادہ نام ملیں گے۔ نام محمد، احمد کی توقیر کس قدر مسلمان پر فرض ہے۔ چلو اگر مذکورہ چیزیں درج نہ بھی ہوں تو دیگر حروف کی تعظیم بھی انتہائی ضروری ہے۔ خواہ الف، با کی صورت میں ہوں۔ حالانکہ علماء نے تصریح فرمائی ہے: نفس حروف قابل ادب ہیں اگرچہ جدا جدا لکھے ہوں جیسے تختی یا وصلی پر خواہ ان پر کوئی برا نام لکھا ہو جیسے فرعون، ابوجہل وغیرہما۔ تاہم حروف کی تعظیم کی جائے اگرچہ ان کافروں کا نام لائق اہانت وتذلیل ہے۔ (فتاویٰ رضویہ: 336/23؛ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لما سئل عن ا، ب ،ت، ث الیٰ آخر الحروف فقال: الالف من اسم اللّٰہ الذی ھو اللّٰہ، والباء من اسم اللّٰہ الذی ھو الباری، و التاء میں اسم اللّٰہ الذی ھو المتکبر، والثاء من اسم اللّٰہ الذی ھو الباعث والوارث حتیٰ اتیٰ الیٰ آخرھا، فذکر انھا کلھا من اسماء اللّٰہ و صفاتہ

جب انہوں نے ا، ب، ت، ث آخر تک تمام حروف کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا: ''الف'' اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو اللہ ہے۔ ''با'' اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا حصہ ہے جو باری ہے۔ ''تا'' اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا حصہ ہے جو متکبر ہے۔ ''ثا'' اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کا حصہ ہے جو باعث اور وارث ہے۔ حتیٰ کہ آپ ﷺ نے تمام حروف کو آخر تک (اللہ تعالیٰ کے نام مبارک کا حصہ) شمار فرمایا اور بیان فرمایا کہ یہ تمام اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کا حصہ ہیں۔ (غنیۃ الطالبین: 132/1؛ قدیمی کتب خانہ، کراچی)

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

لما سئلہ عن معنیٰ ابجد ھوز حطی ...... الیٰ آخرھا: یا علی

الاتعرف تفسير ابی جاد؟ الالف من اسم الله عز و جل الذی هو الله، والباء من اسم الله الذی هو الباری، والجیم من اسم الله الذی هو الجلیل...... الیٰ آخرھا۔ فذکر النبی ﷺ انھا من اسماء الله

جب انہوں نے تمام حروف ابجد کے معنیٰ دریافت کیے (فرمایا) یاعلی: کیا تم ابجد کی تفسیر جانتے ہو؟ الف اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے نام کا حصہ ہے جو اللہ ہے۔ با اللہ تعالیٰ کے نام کا حصہ ہے جو باری ہے۔جیم اللہ تعالیٰ کے نام کا حصہ ہے جو جلیل ہے اس طرح نبی پاک ﷺ نے (آخر) تک ذکر فرمایا کہ یہ تمام حروف اللہ تعالیٰ کے اسمائے مبارکہ کا حصہ ہیں۔(غنیۃ الطالبین: 132/1؛قدیمی کتب خانہ، کراچی)

علامہ نظام الدین لکھتے ہیں: اذا کتب اسم فرعون او کتب ابوجھل علی غرض یکرہ ان یرموا الیه؛ لأن لتلك الحروف حرمة، کذا فی السراجیة

جب فرعون یا ابوجہل کے نام کسی نشانہ کے لیے لکھے جائیں تو (ان کی طرف تیر پھینکنا یا کسی اور چیز سے نشانہ بنانا) مکروہ ہے۔ اس لیے کہ ان حروف کی عزت وتوقیر ہے جیسا کہ سراجی میں مذکور ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: 323/5؛داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: حروف تہجی خود کلام اللہ ہیں کہ ہود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ (فتاویٰ رضویہ: 337/23؛رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اگر گٹر کا پانی زیر زمین رِس کر واٹر پمپ تک پہنچ جائے؟ شہروں اور گنجان آبادیوں میں گٹر اور گندے کنویں کے قریب سے پینے کے لیے پانی نکالنے سے بچنا بہت مشکل ہے چونکہ ہر پانچ دس قدم پر گٹر ہی گٹر ہیں پھر گٹر ایسی ساخت کے ہیں کہ ان میں جانے والا پانی اور غلاظت مزید زیر زمین جذب ہورہے ہیں۔ اب مسئلہ یہ ہے کہ کیا ایسے واٹر پمپ کا پانی پینے اور دیگر استعمال کے لیے جائز ہے؟ جس میں ہر وقت گٹر اور گندے کنویں کا ناپاک پانی رسنے سے مکس ہورہا ہے؟

جواب یہ ہے کہ اگر واٹر پمپ، نلکا وغیرہ کے پانی کا رنگ گندے کنویں کے پانی کے رسنے سے تبدیل نہیں ہوا، ذائقہ بھی ٹھیک ہے اور بو بھی نہیں آتی تو ایسا پانی پاک ہے اور اسے استعمال کرنا جائز ہے۔ اگر ان تین چیزوں سے یعنی پانی کا رنگ، بو، ذائقہ، نجس پانی سے تبدیل

ہوجائے تو اس کا استعمال کرنا ناجائز ہے اور ایسا پانی ناپاک ہے۔قریب سے گٹر ختم کریں یا وہاں سے واٹر پمپ وغیرہ کو اتنا دور لے جا کر کے فٹ کریں کہ نجاست کے آثار پانی میں نظر نہ آئیں۔

علامہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: بئر الماء اذا کانت بقرب البئر النجسة فھی طاھرة مالم یتغیر طعمه او لونه او ریحه کذا فی الظھیریة ولا یقدر ھٰذا بالذرعان حتی اذا کان بینھما عشرة اذرع و کان یوجد فی البئر اثر البالوعة فماء البئر نجس وان کان بینھما ذراع واحد ولا یوجد اثر البالوعة فماء البئر طاھر کذا فی المحیط وھو الصحیح۔ ھٰکذا فی محیط السرخسی۔

(پینے، استعمال کے) پانی کا کنواں اگر نجاست کے کنویں (گٹر، گندے کنویں) کے قریب ہے تو جب تک اس کا ذائقہ، رنگ اور بو تبدیل نہ ہو وہ پاک ہے۔ظہیریہ میں اسی طرح ہے۔اور ان دونوں (پانی پینے والے کنویں اور نجاست کے کنویں، گٹر) کے درمیان فاصلے کی حدود ہاتھ (گز) سے مقرر نہیں کی جائے گی یہاں تک کہ یہ حد و دس ہاتھ تک ہو اور اگر کنواں میں (اتنے فاصلے کے باوجود) نجاست کا اثر پایا جاتا ہے تو اس کنواں کا پانی نجس ہے اور اگر ایک ہاتھ کے فاصلے پر بھی اس کنواں میں نجاست کا اثر نہیں پایا جاتا تو وہ پانی پاک ہے، محیط میں اسی طرح ہے اور یہی صحیح ہے، محیط السرخسی میں بھی اسی طرح ہے۔(فتاویٰ ہندیہ: 30/1؛ داراحیاء التراث العربی بیروت، لبنان)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: البعد بین البئر و البالوعة بقدر ما لا یظھر للنجس اثر

کنویں اور نجس چہ بچہ (چھوٹا گڑھا) کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ نجاست کا اثر کنویں میں ظاہر نہ ہو۔

(درمختار: 162/1؛ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ)

امام احمد رضا خان لکھتے ہیں: کنویں کے قریب نجس چہ بچہ (چھوٹا گڑھا) کا ہونا اسے نجس کر دیتا ہے۔بعض نے کہا پانچ ہاتھ سے کم تک بعض نے کہا سات ہاتھ سے کم تک اور صحیح یہ ہے کہ جتنی دور سے نجاست کا اثر ظاہر ہو نجس کر دے گا اور اگر چہ بیس 20 ہاتھ سے فاصلہ سے۔

(فتاویٰ رضویہ: 287/6؛ رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

اس تحریر پر کوئی تائیدی اضافہ یا اصلاحی نوٹ موصول ہوا تو

آئندہ اشاعت میں اس کو ان شاء اللہ جگہ دی جائے گی (ادارہ)

حکمت بالغہ خصوصی اشاعت (نومبر 2014ء)

''جنوبی ایشیا میں ھندو مسلم نظریاتی کشاکش......''

پر اہل علم کے تأثرات

01۔ حسین صحرائی، ٹنڈو محمد خان

دینی مزاج کے حامل جرائد میں ماہنامہ حکمت بالغہ قرآن وسنت کی تعلیمات کے فروغ کے حوالے سے منفرد شناخت کا جریدہ ہے۔ اس کے مدیر انجینئر مختار فاروقی وطن عزیز میں دینی اقدار کے نفاذ، تحفظ اور قرآن وسنت کی بالادستی کے لئے علمی، قلمی محاذ پر تندہی واستحکام کے ساتھ سرگرم عمل ہیں۔ فاروقی صاحب قلم کی حرمت، اس کے مثبت استعمال، حرف کی اثر پذیری سے پوری طرح آگاہ ہیں۔ اختصار سے حقیقت پر مبنی دلائل سے بات رقم کرنا کوئی ان سے سیکھے، فرقہ واریت، علمی تعصّبات، لسانیات سے مبرا ہو کر پاک صاف ستھری نثر میں اہم دینی وملّی مسائل پر ان کے رشحات قلم مایوس دلوں میں عزم وحوصلہ اور امید کی لو جگاتے ہیں۔

نئے اسلامی سال کے آغاز پر 168 صفحات کی خصوصی اشاعت ''جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش'' کے نام سے پیش کی ہے۔ عصر رواں میں بھارت اور پاکستان مسلمہ طور پر ایٹمی قوت ہیں مسئلہ کشمیر دونوں کے درمیان وجہ نزاع ہے، اس کا موجد برطانیہ ہے۔ اس اشاعت کے مشمولہ مضامین کے ذریعے فاروقی صاحب نے بڑے ہی احسن، حکیمانہ دلائل کے ساتھ خطے میں امن کی اہمیت، لوگوں کی معاشی حالت بہتر بنانے، پسے ہوئے طبقات کے ساتھ رواداری اور اقلیتوں خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ روا رکھے جانے والے سلوک کو عدل وانصاف سے بدلنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ آپ نے علاقے کی دونوں اَقوام کے ماضی میں کیے جانے والے کاموں کا

تجزیہ بھی پیش کیا۔اس میں یقیناً اسلامی تہذیب وثقافت اور مسلمانوں کو برتری حاصل ہے۔

ابتدائی چار صفحات قرآن اور حدیث کے ترجمے سے مزین ہیں۔ص 7 تا 14 حرف آرزو جو اداریہ ہے اور مدیر محترم کے قلم کا شاہ کار ہے، رسالہ کے مشمولات سے متعارف کراتا ہے۔حرف آرزو میں فاروقی نے جہاں ہندو کی تعریف تلاش کرنے کی سعی کی وہیں انہوں نے تاریخ سے حقائق کشید کر کے حکمت بالغہ کے صفحات کی زینت بنا دیے۔ دونوں ممالک کے عام پڑھے لکھے افراد سے لے کر اعلیٰ تعلیم یافتہ تک کو دعوت دی کہ وہ خطے کے افراد کی مذہبی، روحانی، اخلاقی اور معاشی حالت و اقدار کو الہامی تعلیمات سے ہم آہنگ کر کے ہی خطے میں امن قائم کر سکتے ہیں۔ اداریے کا ہر ہر حرف پوری توجہ سے مطالعہ کیے جانے کے لائق ہے جو موضوع کا احاطہ کرتا ہے۔اداریے سے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

☆ ''لفظ ہندو کی طرح اس اصطلاح کی بھی کوئی معین تعریف سامنے نہیں آتی اور نہ ہی خود ہندو مؤرخین آج تک اس پر متفق ہو سکے ہیں۔''(ص 8)

☆ ''تقسیم ہند کے وقت حیدر آباد پر قبضہ، جونا گڑھ پر قبضہ، کشمیر کا قضیہ ایک بڑے اور اچھے پڑوسی کی حیثیت سے بھارت کہیں بہتر انداز میں نمٹا سکتا تھا مگر چھ دہائیوں کے بعد بھی 'ہندو' کا غصہ اور نامعلوم ناراضگی برقرار ہے۔''(ص 9)

☆ ''کیا بھارت UNO کا ممبر نہیں ہے کہ جس کے چارٹر کے مطابق ہر شخص کو مذہب کی آزادی ہے۔کیا بھارت سیکولر اور جمہوری ملک کا دعویدار نہیں؟ پھر مسلمانوں پر مظالم کیوں؟ مسلم اقلیت کو ان کے حقوق نہ دینے کی وجہ کیا ہے؟ جبکہ یہی اقلیت 15 اگست 1947ء تک ان کے محسن تھی۔ مسلمانوں کی نسل کشی کی کوئی معقول وجہ سوائے پہلے سے طے شدہ کسی منصوبہ اور ہندو کے اجتماعی نصب العین سے متصادم ہونے کے علاوہ اور کوئی وجہ سمجھ سے بالاتر ہے۔''(ص 9)

☆ ''اس وقت پوری دنیا کی آبادی تقریباً 750 کروڑ افراد کی ہے اور اس حیران کن انسانی آبادی کے اعداد و شمار کا نصف سے زیادہ حصہ جنوبی ایشیا اور مشرق بعید کے زیر بحث علاقے میں آباد ہے۔''(ص 11)

☆ ''ہندو مسلم کشاکش کی اہمیت مشرق بعید کے ممالک سے اس لیے بھی منسلک ہے کہ قدیم ہندو

تہذیب کے اثرات بھی انڈونیشیا، ملائشیا، کوریا تک پھیلے ہوئے ہیں اور شمالی ہند سے نکلا ہوا ایک بڑا اہم مذہب 'بدھ مت' بھی شمالی ہند، تبت، چین، ویت نام، کوریا وغیرہ کے ساتھ ساتھ جاپان کا بھی سب سے بڑا مذہب ہے اور اس کی 2/3 آبادی بدھ مت کی پیروکار ہے۔'' (ص 11)

☆ ''برطانیہ اقتصادی طور پر تباہ ہو گیا اور برطانوی ہند کو آزاد کرنے کی نوبت آئی تو صہیونی استعمار اور ہندو کی خواہش کے علی الرغم ملک ہندو بھارت اور مسلم پاکستان میں تقسیم ہو گیا۔'' (ص 12)

☆ ''مسلم ہندو کشاکش جو ایک صدی قبل صرف جنوبی ایشیا تک محدود تھی وہ عثمانی سلطنت کے زوال کے باعث مشرق وسطیٰ اور روسی ترکستان کے علاقے میں بھی پھیل چکی ہے اور 'دوقومی نظریہ' عالمی سطح پر مسلمان اور صہیونیت کے زیر اثر NATO ممالک اور بھارت کے درمیان 'مسلمان اور مغرب' یا 'اسلام اور صلیب' کی جنگ بن چکی ہے۔ ہر باعمل مسلمان کو 'دہشت گرد' قرار دیا جا چکا ہے۔ بے عمل اور دین سے دور مسلمان سہمے ہوئے مغرب کے ساتھ رہ کر جھوٹی مراعات کا فائدہ اُٹھا رہے ہیں یہی طبقہ آج مشرق سے مغرب تک تمام مسلمان ممالک میں حکمرانی کے مزے لوٹ رہا ہے اور عالمی مغربی صہیونی طاقتوں کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔'' (ص 13)

☆ ''مشرقِ وسطیٰ کے عرب ممالک عالمی تجارتی مرکز بن چکے ہیں۔ عالمی اقتصادی چین بھی مشرق میں ہے۔ عالمی صہیونی طاقتیں یہودیوں کے زیر اثر ہیں اور ان طاقتوں کی جان صہیونی ''جن'' اسرائیل کی مٹھی میں ہے۔'' (ص 13)

☆ ''کیموفلاج کر کے سیکولر مزاج اور روشن خیالی مسلمان حکمرانوں کے حلق سے اتارنے کے لیے نیو ورلڈ آرڈر کا نام دیا گیا ہے جو دراصل صہیونی ورلڈ آرڈر (Jew World Order) ہے۔'' (ص 13)

☆ ''اس خصوصی اشاعت کے موضوع ''ہندو مسلم نظریاتی کشاکش'' کو صدیوں کے مردے اکھیڑنے کی بات نہ سمجھا جائے۔ یہ مسئلہ ایک صدی قبل بھی اہم تھا اور آج اس سے بھی کئی گنا اہم ہے۔ پہلے صرف برطانوی ہند کا مسئلہ تھا اب یہ عالمی مسئلہ ہے۔ پہلے یہ ہندو مسلم کشاکش تھی اب یہ مغربی تہذیب کا نقطۂ عروج سیکولرازم اور لبرل ازم vs اسلام یا خدا vs ابلیس کا مسئلہ ہے۔'' (ص 13)

☆ ''لہٰذا یہ مسئلہ ہر مسلمان ہی کا نہیں ہر باشعور اور باضمیر انسان کا بھی ہے کہ خیر کی طاقت کا ساتھ دینا ہے یا ابلیس کی انسانی دشمن طاقتوں کے ساتھ کھڑا ہونے جا رہا ہے۔'' (ص 14)

یہ حقیقت مسلم امہ کا ہر فرد یاد رکھے کہ یہود، ہنود اور اہل کفران کے دوست ہو ہی نہیں سکتے ہیں۔ وہ اقوام جو جانور کی تکلیف پر سراپا احتجاج بن جاتے ہیں وہ مسلمانوں کے منصفانہ مسائل کے حل کے لئے موثر احتجاج اور دباؤ کیوں نہیں بڑھاتے۔ آیئے دیکھیں حروف آرزو کے بعد کے ابواب میں فاروقی صاحب کیا تجزیہ پیش کرتے ہیں۔ آیئے دیکھیں اس خاص نمبر میں ہے کیا؟

باب نمبر 1 کا عنوان ہے: تمہید طولانی۔ اس کے ذیلی عنوانات: تاریخ نگاری کے انداز، ہندو تاریخ کے آئینے میں، خداشناس اور انسان دوست تاریخ نگاری، خداشناسی اور خدا بیزاری اور خداشناس تاریخ اور خدا بیزار تاریخ جیسے عنوان ...... فاروقی صاحب انسان و انسانیت کی نجات خداشناس تاریخ نگاری میں بتاتے ہیں۔ آپ نے کیا خوب بات کہی ہے کہ سیکولر انسان اپنے نفس کا غلام ہونے کے باعث کسی طرح انسانیت کا خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

فاروقی صاحب کیا خوب سچ لکھتے ہیں ظالم کم ظرف انسان اہل دنیا کو دھوکا دینے کے لیے اپنے بت نصب کراتے ہیں تاکہ خود کو عوام کا محبوب گردان سکیں۔ جی نہیں یہ سفاک ظالم لوگ ہیرو نہیں تاریخ کے قصاب ہیں۔

☆ ''انصاف سے دور اور خود پرست لوگ ایسی انسان دشمن، علم دشمن، ظالمانہ رویوں کے مالک اور گھٹیا ذہنیت کے لوگ آئندہ بھی ایسا کرتے رہیں گے۔'' (ص 16)

☆ ''ایسے ہی بے انصاف مزاج کے لوگوں نے اپنے خاندانوں کو برتر ثابت کرنے کے لیے مہمل نظریات تراشے ہیں تاریخ کی من پسند توجیحات کی گئی ہیں اور خدائی اوتار، سورج دیوتا اور چاند دیوتا کے خاندان سے رشتہ داری کا ڈھنڈورا پیٹا گیا اور ناپاک اور انسان دشمن اقتدار کو دوام بخشنے کی کوششیں کی گئیں، عوام پر ظلم ڈھائے گئے، ذاتی انا کے لیے جنگیں برپا کی گئیں۔ تاریخ کی کتابیں ایسی اَن گنت کہانیوں سے بھری ہوئی ہیں۔'' (ص 16)

☆ ''اگر یہ کائنات اور اس کے اندر موجود تمام مخلوقات اور روزمرہ پیش آمدہ تمام حوادث و واقعات ایک مدبر، سمیع، بصیر، قادر، عزیز، عادل، رحیم و رحمان ہستی کی صناعی اور قدرت کے مظاہر ہیں تو تاریخ نگاری کا ایک اعلیٰ درجہ یہ قرار پائے گا کہ آسمانی ہدایت کے معیار پر حالات و واقعات کو پرکھا جائے شخصیات کو 'تولا' جائے حکومتوں اور ان نظاموں کو جرح و تنقید کے بعد جانچ کر اس کی درجہ

بندی میں صحیح جگہ رکھا جائے۔ظلم ناانصافی قتل اور سفا کی جیسے جرائم کے حامل بادشاہوں کو شریف بنا کر پیش نہ کیا جائے اور اچھی اور انسان دوست، علم دوست، آسمانی ہدایت کی علمبردار شخصیات کے سیرت وکردار کو زیادہ نمایاں کیا جائے۔''(ص 17)

☆''جبکہ ظالم اور سفاک بادشاہوں اور بادشاہتوں کی مذمت کرتے ہوئے ان کے حالات زندگی کو نشان عبرت کے طور پر پیش کیا جائے تا کہ دنیا امن کا گہوارہ بن سکے۔''(ص 17)

☆''عصر حاضر کے روشن خیال اور آزاد منش (لبرل) ہونے کے دعویدار حضرات (میڈیا) دانشور (وقائع نگار و تجزیہ نگار) مؤرخ (مصنف) ماضی کے قصیدہ گو شاعروں، بادشاہوں کے تنخواہ دار وقائع نگاروں، تجزیہ کاروں اور شاہی مؤرخین سے زیادہ مبالغہ آرائی، قصیدہ گوئی میں مصروف ہیں اور NGO'S کے عنوان سے غاصب ظالم اور خدائی کی دعویدار طاقتوں سے رقوم لے کر عوام کو دن رات بیوقوف بنا کر حقائق سے بے بہرہ رکھنے کا جرم عظیم کر رہے ہیں۔''(ص 18)

☆''ہم تاریخ، تاریخی واقعات اور تاریخی کتب کا خدا شناسی اور انسان دوستی کے نقطۂ نظر سے تجزیہ کرنے کی کوشش کریں گے اور نتائج اخذ کر کے دریافت شدہ حقائق قارئین کی خدمت پیش کریں گے۔''(ص 19)

☆''سیکولر انسان کبھی اخلاق دوست اور انسان دوست نہیں ہوسکتا۔ وہ تو خود غرض، بطن وفرج کا بچاری، ہر جائز و ناجائز طریقے پر اپنے مفادات حاصل کرنے والا، ان میں اضافہ کرنے والا اور ان کا تحفظ کرنیوالا ہوگا اور حقیقتاً سیکولر انسان ماحول دوست بھی نہیں ہوسکتا وہ حیوانات اور نباتات کے ساتھ بھی وہ سلوک کرتا ہے جو ان کو راحت پہنچانے کی بجائے تکلیف دیتا ہے۔(ص 19)

☆''اور خدا بیزاری کے علمبردار اور مبلغین ـــــ اپنی اس زندگی کے اعمال یعنی انسان دشمنی، اخلاق دشمنی، علم دشمنی، خودغرضی، انسانیت کی تذلیل، عورت کی تذلیل اور استحصالی منصوبوں کی وجہ سے ایک سزا کی دائمی زندگی سے دوچار ہوں گے جو آگ ہے، جہنم ہے، دوزخ ہے۔ اَعاذَنا اللّٰہ من ذالك''(ص 20)

☆''پرسکون زندگی کی جگہ کا نام جنت ہے اسی کامیاب زندگی کا ایک اہم EVENT خالق کائنات اور مالک ورب کا دیدار ہے۔''(ص 21)

☆''......خالق کائنات کا انسان سے مسلسل رابطہ ہے اس کی نگرانی ہے جس کا مظہر آسمانی وحی و ہدایت کا سلسلہ تھا جو کئی ہزار سال جاری رہ کر دورِ جدید کے آغاز پر حضرت محمد ﷺ پر مکمل ہو کر بند ہو گیا۔''(ص22)

☆''تاریخ کے وہ لمحات یا ادوار یا حکمران جو خدا شناس تھے ان کا دور انسان دوست تھا وہ تاریخ اپنا ایک خاص مقام اور مزاج رکھتی ہے۔''(ص23)

باب نمبر 2 ہندومت اور ہندو کے بارے میں افکار معاصرین

اس کے ذیلی عنوانات میں ہند، ہندی اور ہندوستان، اگر اب بھی نہ جاگے تو، تاریخ کا مطالعہ، تو صاحب منزل ہے کہ بھٹکا ہوا راہی۔ وفا کا کعبہ، دیوار برہمن شامل ہیں

اس باب میں چھ کتب سے طویل اقتباسات شامل کر کے موضوع کو سمجھنے اور سمجھانے اور نئی نسل سمیت دنیا کے انصاف پسند افراد کے سامنے ہند، ہندی اور ہندوستان میں ہندو نے اپنے حکمرانوں اور اپنی رعایا کے ساتھ کیا کچھ کیا اسے صفحہ قرطاس کی زینت بنایا ہے۔ ہندو حکمرانی کے متعصّبانہ رویے، مسلم حکمرانوں کی انصاف فراخ دلی کے مناظر قاری کے سامنے لا رکھے ہیں۔

اس باب میں مولانا شمس نوید عثمانی کی فکر کا بھی تجزیہ کیا کہ جن کے مطابق ہندو قوم قوم نوح ہے؟ حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت عیسیٰ ہندوستان تشریف لائے تھے۔ ہے نا حیرت انگیز انکشاف۔ خود نبی ﷺ کو ہندوستان کے لوگوں سے خاص محبت تھی۔ ہندوؤں میں چلے آ رہے سربستہ راز اور ویدوں کے کچھ احکامات جس میں سکرات کے وقت کلمہ طیبہ اور جوئے، شراب، سود سے بچنے کی تاکید اور عورتوں کو مرد کی مشابہت اختیار کرنے سے منع کرتے ہوئے اسے گھر میں رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

اہم نکات ملاحظہ ہوں:

☆''وادی سندھ اور وادی نیل چار ہزار سال قبل تہذیبی لحاظ سے ماں جائی (SISTER CIVILIZATIONS) تھیں۔''(ص28)

☆''مسلم فرمان رواؤں کی عالی ظرفی سے اشوک کے یہ دعوتی ستون نہ صرف محفوظ رہے بلکہ انہیں نمایاں مقامات پر بطور خاص نصب کیا گیا۔ اس ضمن میں سلطان قطب الدین ایبک اور سلطان

شمس الدین التمش کی عظیم الشان مسجد قوت الاسلام (مہرولی) میں عین مسجد کے وسیع وعریض صحن کے ایک گوشہ میں قطب مینار کے زیر سایہ نصب اشوک کی لاٹ آج بھی دیکھی جاسکتی ہے۔" (ص 31)

☆ "ڈاکٹر تارا چند نے اپنی بلند پایہ تصنیف "تاریخ ہند" میں محمود غزنوی کی بطور خاص توصیف کی ہے کہ اس نے سومنات کے مندر کی اینٹ سے اینٹ بجا کر ہزاروں دیوداسیوں کو آزاد کیا اور زرو جواہر کے انبار جن پر برہمن سانپ بنا بیٹھا تھا، اسے اس کے تصرف سے نکال کر ریاست غزنہ میں فلاحی کاموں پر صرف کیا۔" (ص 32)

☆ "برصغیر کی یہ اکثریتی قوم جو خود کو ہند اور اپنے دھرم کو ہندومت کہتی ہے، اب تک یہ بتانے سے قاصر ہے کہ آخر یہ نام اور نسبت انہیں کہاں سے ملی، کیوں کہ نہ چاروں ویدوں میں، نہ اپنشد، پران، رامائن یا بھگوت گیتا میں کسی رام، کرشن، منو، شی اور مہارشی نے کبھی انہیں اس نام سے موسوم کیا اور نہ انہیں تلقین کی کہ تمہارا دھرم ہندومت ہے۔" (ص 32)

☆ "یہ کلیتاً عربی زبان کا لفظ ہے۔ ابتداءً صحرائی عرب سو یا اس سے اوپر اونٹوں کے گلّہ کے لیے **ھند** کا لفظ استعمال کرتا تھا۔ یہ گلّہ چھوٹا ہوتا تو اس کی تصغیر ھُنَیدہ استعمال کی جاتی۔ بعد کے ادوار میں ھند اور ھندہ ہر اس چیز کو کہا جانے لگا جو محبوب اور دل پسند ہو۔ مرورِایام سے یہ لفظ عربوں میں بطور خاص خواتین کے نام کے طور پر مقبول ہوگیا۔ ماضی بعید سے آج تک بطور اسم علم ھند، ھندہ اور ھندی اور اس کی تصغیر ھُنیدی عربوں میں قبولیت عام حاصل کرچکے ہیں۔" (ص 33)

☆ "جدید تحقیقات کے مطابق رگ وید میں بہت سے ایسے اشلوک ہیں جن کا صحیح تناظر میں ترجمہ کیا جائے تو وہ قرآن وحدیث میں وارد بنیادی آفاقی حقائق کے ترجمان نظر آتے ہیں۔" (ص 34)

☆ "''......مختصر یہ کہ ایک مشہور شخصیت جس سے ہندوؤں کو بہت عقیدت ہے اور جسے وہ مہانوُو (MAHANUVU) کے نام سے جانتے ہیں، (سیلاب کی) تباہی سے ایک کشتی کے ذریعہ بچ نکلی جس میں سات مشہور رشی بھی سوار تھے......مہانوُو دو الفاظ کا مرکب ہے۔ مہا کے معنی عظیم اور نوو بلاشک وشبہ (حضرت) نوح علیہ السلام ہی ہیں......''" (ص 36)

تیسری کتاب تاریخ کا مطالعہ سے تاریخ کیا ہے؟ ہندی آریوں کی فتوحات، ہندی آریائی فلسفہ، گوتم بدھ اور گپتوں کا عروج وزوال جیسے ذیلی عنوانات قائم کرکے ہند میں مختلف

حکمرانوں کے ادوار کا جائزہ لیا ہے۔

☆''تاریخ ظاہر میں تو زمانوں اور سلطنتوں کی روایتوں سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں رکھتی لیکن باطن میں وہ نام ہے نظر و تحقیق کا، مخلوقات اور اس کے اصول کی باریک تعلیل کا، اس گہرے علم کا جس کا تعلق واقعات کی کیفیات اور ان کے اسباب سے ہے۔ اس حیثیت سے اس کے رگ و ریشے فن حکمت سے وابستہ ہیں اور تاریخ اس کی مستحق ہے کہ اس کا شمار علوم حکمیہ میں کیا جائے'' (ص 51)

چوتھی کتاب کے اقتباسات سے تقسیم ہند کے موقع پر مسلمانوں کے قتل عام کا دستاویزی ثبوت قاری کے سامنے تلخ یادوں کے زخموں کو ہرا کر دیتا ہے۔

☆''جزیرہ نمائے ہندوستان کے باشندے ہندو ہیں، ان کے دلوں میں ہمیشہ مسلمانوں کی نفرت موجزن رہی ہے۔ چنانچہ پاکستان کے خلاف کام کرنے کے لیے ہندوستان ہی ہمارے لیے موزوں ترین کمین گاہ ہے، ہمیں چاہیے کہ اس کمین گاہ سے پورا پورا فائدہ اُٹھائیں، یہودیوں اور صہیونیت کے دشمن پاکستانیوں پر اس ٹھکانے (یعنی ہندوستان کے ذریعہ) سے ضرب لگا کر کچل دینے کے لیے ڈھکے چھپے اور خفیہ منصوبے اختیار کریں''۔(ص 42)

5ویں کتاب کے اقتباسات یہود، ہنود اتحاد اور قرآن کی صداقت پر مبنی ہیں یہود و ہنود کے اتحاد سے مسلم اُمہ کو جو نقصان پہنچا اس کی روداد رقم کی گئی ہے۔

6ویں کتاب ہندو معاشرہ میں بت پرستی، ہندو کون، ہندو معاشرہ کا مادی ماحول، حیا عبادت اور خود پرستی عیاں کی گئی ہے۔

☆''ہندووں کے نزدیک ان کے وطن کی سرزمین سے باہر کی ساری دنیا ناپاک ہے اور پاک دھرتی فقط انہی کا وطن ہے۔ وہ غیر ملکیوں کو ملیچھ کہتے ہیں، لیکن چونکہ ہر بیرونی پلید ہے لہٰذا غیر ملکی اور ناپاک ہم معنی ہو گیا۔'' (ص 65)

تیسرے باب میں آسمانی ہدایت کی روشنی میں قوموں کا عروج و زوال کا جائزہ و تجزیہ کیا ہے۔ اہل کتاب نے ہدایت کو مسخ کرنے کے لیے کئی حربے استعمال کیے ہیں۔ فاروقی صاحب انہیں مخاطب کر کے لکھتے ہیں۔

☆''اگر انھوں نے یہ کتابیں خود کہیں چھپا کر رکھی ہوئی ہیں تو خدارا دور حاضر میں 'خبر' جدید ذرائع

کی موجودگی میں انسانیت پر احسان کرتے ہوئے حکمت وعلم کے یہ خزانے سامنے لے آئیں تو ماضی کے دھندلکوں میں پوشیدہ کئی علم کے دروازے کھل سکتے ہیں۔'' (ص69)

☆ ''مجموعی بے عملی کے نتیجے میں ختم نبوت کے بعد عذابِ الٰہی مسلمانوں پر آتا ہے۔ پہلے بھی آتا رہا اور آج کے مسلمان بھی چونکہ اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں اور مجموعی طور پر 60 آزاد مسلمان مما لک ہونے کے باوجود کسی ایک ملک میں بھی اللہ کا دین اور خداشناسی کا جذبہ غالب نہیں ہے اور انفرادی و اجتماعی سطح پر عمل درآمد نہیں ہو رہا۔ لہٰذا ــــــ آج کے مسلمان بالعموم عالمی سطح پر عذاب الٰہی کی گرفت میں ہے۔'' (ص75)

باب نمبر چار میں فاروقی صاحب نے ہندو نظریات کی آئینہ دار ہندو تہذیب وثقافت و اقدار کا تجزیہ کرتے ہوئے ان کے فن تعمیر، خوراک، رہائش، معاشرہ کے کمزور طبقات سے ہندوؤں سے، مسلمانوں سے رویے کا تجزیہ کرتے ہوئے اخلاق اقدار کی اہمیت اُجاگر کی ہے۔ انسان اگر اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دے تو وہ خود حیوانیت کی کھائی میں جا گرتا ہے۔ فحاشی و عریانی اس کی زندگی میں سرایت کر جاتی ہے۔

☆ ''وسطی ہند کے علاقے میں کھجوراہو مندر آج بھارت کا مذہبی تاریخی سرمایہ ہیں اور اہمیت کے لحاظ سے UNO کے تحت ورلڈ ہریٹیج (WORLD HERITAGE) ہیں اور دنیا بھر سے بے حیائی، عریانیت اور فحاشی کے دلدادہ لاتعداد لوگ وہاں کھنچے چلے آتے ہیں۔'' (ص81)

☆ ''آج ہندو ــــــ میڈیا کے ذریعے اور 'بالی وڈ' کی فلموں اور بے حیائی کے دوسرے ذرائع سے مسلمان نوجوانوں کو باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے کہ ہندو مسلم ایک ہیں اور پاکستان و بھارت کے درمیان بارڈر کی لکیر رکاوٹ ہے جو مٹا دی جائے، وہ الگ بات ہے۔'' (ص87)

5ویں باب کا عنوان ہے: جنوبی ایشیا ہندوسندھ آٹھویں صدی عیسوی تک۔ اس باب میں ابتدائی انسانی آبادیاں، ہندوسندھ، آسمانی ہدایت اور تہذیبوں کا عروج وزوال، 4000ق م سے 800ء کے تاریخی واقعات پر طائرانہ نگاہ، مشرق وسطی کے شمالی علاقوں سے وحشی اقوام کی یلغار، جنوبی ایشیا کی اقوام، ہند اور ہندو روایات پر آریہ اثرات، آریہ اور ہندو، شاہ جہاں کی تعمیرات کا حسین اور پاکیزہ شاہکار تاج محل، ہند میں علوم وفنون کی ترقی جیسے موضوعات کو ہندو مسلم

کشاکش کے تناظر میں سمجھا گیا ہے۔ ہندو تہذیب میں عریانی کو خاص مقام حاصل ہے جبکہ اسلامی تہذیب میں اخلاقی اقدار کی عمارت پر استوار ہے۔

☆ ''مسلم نظریات کی پاکیزگی دیکھنا ہیں مسلم فن تعمیر کا شاہکار تاج محل دیکھ لو سارے اسلامی اصول جو پاکیزگی، شرم و حیا اور شرافت سے معطر ہیں وہ یکجا نظر آ جائیں گے۔'' (ص 107)

☆ ''یہ عمارت کھجوراہو کے بدنام زمانہ مندر بنانے والی ہندو اشرافیہ کے منہ پر ایسا نظریاتی طمانچہ تھا کہ جس کے درد کو آج تک محسوس کر رہی ہے اور اپنے نظریات کی گندگی اور تعفن سے نکلنے کو تیار نہیں ہے۔ نظریات سے تہذیب و ثقافت اور اس سے فن تعمیر کا رشتہ ہے وہ اس عمارت کی تعمیر سے شاہ جہاں نے واضح کر کے جبین مت کو پاکیزگی اور نفاست کا جو پیغام دیا ہے وہ آج زندہ اور تازہ ہے۔'' (ص 107)

6 باب میں 711ء سے 1761ء تک تاریخی واقعات کا تجزیہ کرنے اکبر کے دین الٰہی سمیت ان تمام منفی سرگرمیوں کی نقاب کشائی کرتے ہیں جس کا مقصد مسلمانوں کو غلام اور پسماندہ رکھنا تھا۔ ہند کی فتح کو وہ نظریہ کی فتح گردانتے ہیں۔

ہندومت اور اسلام آمنے سامنے، ہندوؤں نے اپنے عبادت گاہوں میں فحاشی، عریانی اور دیگر ظلم کو منظّم انداز میں فروغ دیا تو اس کے برعکس مسلمانوں کے مختلف حکمرانوں نے ممکنہ حد تک انصاف کے ساتھ حکمرانی کی۔ ہند میں مختلف مسلم حکمرانوں کے ادوار کے ساتھ ہندومت نے اسلام کو مٹانے کے لئے بیک وقت جس طرح تین اطراف سے مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کی کوشش کی اس کی روداد ہولناک کے ساتھ دلچسپ بھی ہے۔ اکبر کا مرتد ہونا اور مجدد الف ثانی ؒ کی مساعی، سلطنت مغلیہ 1605ء سے 1707ء مغلوں کے زوال کے بعد ہندو کا خواب اور مرہٹہ قوت کا فروغ، اس کی سرکوبی۔ 1600ء کے بعد انگریزوں کی آمد، برطانوی تاجر اور ہندو گٹھ جوڑ، مرہٹہ قوت کی دہلی پر قبضہ کے لئے قسمت آزمائی کی روداد بتاتی ہے کہ ہندو مسلمانوں کو فنا کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار تھا۔ اس کا شر اسے کسی پہلو چین نہ لیتے دیتا تھا۔

☆ ''اس لیے کہ ہر انسان میں ایک 'شر کا عنصر' ہے یعنی EROTICISM ہے وہ نیک ماحول میں دبا رہتا ہے مگر پھر بھی وہ برائی کے راستے تلاش کرتا رہتا ہے اور موقع پاتے ہی کم یا زیادہ 'شر' کا حامی بن جاتا ہے۔ زیادہ مواقع ہوں اور مالی وسائل کے ساتھ فرصت ہو تو انسان بالکل 'شریر' ہو جاتا ہے

یا ابلیسی نظریات اختیار کر کے انسان دشمن، اخلاق دشمن، انصاف دشمن، عقل دشمن، علم دشمن اور خدا بیزاری کی راہ اختیار کر لیتا ہے۔'' (ص 110)

☆ ''نظریاتی طور پر 800ء سے لے کر 1206ء تک ہند میں ہندو نظریات میں جان نہیں تھی اور ان کے پاس اسلام کے پاکیزہ نظریات اور پاکیزہ تہذیب کے مقابلے میں انسانیت کو دینے کے لیے (TO DELIVER) کچھ نہیں تھا۔'' (ص 116)

☆ ''سکھوں کے عہد حکومت میں نماز پر پابندی تھی، مسجدوں پر تالے تھے، اذان پر پابندی تھی، قرآن مجید لے کر باہر نکلنے پر پابندی تھی، شاہی مسجد لاہور گھوڑوں کا اصطبل تھا، شاہی مسجد کا سارا قیمتی پتھر اُتار کر امرتسر لے جایا گیا اور گردوارہ پر لگا دیا گیا۔'' (ص 120)

7 ویں باب میں جنوبی ایشیا میں انگریز، ہندو اور مسلمان ہندوؤں نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر انگریز کا جی بھر کے ساتھ دیا اور دل کھول کر اپنے انتقام کی پیاس بجھائی۔

☆ ''ٹیپو سلطان نے میسور میں 1799ء میں انگریز کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی تو انگریز کو دہلی تک پہنچنے میں صرف تین سال لگے۔'' (ص 128)

☆ ''ذرا ذرا سی بات پر ہندو مسلم فسادات برپا ہو جاتے اور مسلمان مارے جاتے جبکہ ہندو کو انگریز تحفظ دیتے رہے۔'' (ص 129)

8 ویں باب میں برطانوی غلامی سے آزادی کی تحریک میں ہندو اور مسلم کا کردار کے ساتھ اپنوں کی غداری کو بھی نمایاں کیا گیا ہے۔

اس باب میں فاروقی صاحب نے ہندو مسلم کے نزدیک آزادی کے مفہوم کو نمایاں کیا ہے۔ نیز مسلمانوں نے انگریز کے خلاف مسلح جہاد کیا۔ ہندو کو انگریزوں کی ضرورت نہ تھی۔ ہندو رہنماؤں کی منافقانہ روش کو بھی نمایاں کیا ہے تقسیم میں ہندو کا غیر منصفانہ کردار بھی قاری کے سامنے رکھا ہے۔

☆ ''ہندو کے ہاں آزادی کا مطلب صرف برہمن کی آزادی ہے اس لیے کہ ہندو کے ہاں جو ذات پات کی تمیز مستقل بنیادوں پر طے کر دی گئی ہے اس میں آزاد مرضی تو صرف برہمن کی ہے یا قدرے کھشتری ذات کے لوگوں کی۔ جبکہ ویش اور شودر تو اپنے مذہب میں بھی غلام ہیں اور ان کی

آزادی پہلے ہی سے سلب کر لی گئی ہے۔‘‘(ص 132)

☆ ’’مسلمانوں میں انیسویں صدی کے آغاز سے ہی غلامی کی مصیبت یا عذاب کا احساس اور آزادی کے حصول کا جذبہ پیدا ہو گیا اور دہلی کے علماء نے جہاد کا فتوی دے دیا کہ انگریز کے خلاف مسلح جنگ جائز ہے جبکہ ہندو کے ہاں ایسا تصور بہت بعد میں (ایک صدی بعد) پیدا ہوا اور اس میں عسکریت نہیں تھی۔‘‘(ص 133)

☆ ’’یہ مسلم اکثریت کی تھی اس کے نواب گھانجی کراچی آ گئے اور ریاست کا الحاق پاکستان سے کر دیا جبکہ اسی ریاست جونا گڑھ کے وزیر اعظم جناب سر شاہنواز بھٹو تھے (جو ذوالفقار علی بھٹو کے والد محترم اور بے نظیر کے دادا تھے) جو دہلی پہنچ گئے اور ریاست کا الحاق بھارت سے کر دیا اور خود پاکستان آ گئے۔اس طرح وہ ریاست پاکستان کو نہ مل سکی ہندو نے قبضہ کر لیا۔‘‘(ص 137)

نوویں باب کا عنوان ہے: 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد ہندو مسلمان اور برطانیہ کہاں کھڑے ہیں۔جس میں ہندو اہل پاکستان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا تجزیہ کیا گیا ہے خود تیسرے فریق پر کیا گزری فاروقی صاحب نے برطانیہ کی زوال کی تاریخ بھی رقم کر ڈالی ہے۔لکھتے ہیں:

☆ ’’داستان جو برطانوی سامراج نے 1857ء کے بعد صرف جنوبی ایشیا کے مرکز دہلی کے آس پاس رقم کی تھی وہی داستان آج امریکہ اپنے اتحادیوں کے ساتھ عالمی سطح پر دارفور، افغانستان اور تیموریہ میں رقم کر رہا ہے، تختۂ ستم اس وقت بھی مسلمان تھے اور آگے بھی ہیں۔مسلمانوں کا قصور ہی ایسا ہے کہ ناقابل معافی ہے۔دوسری اقوام عالم بالخصوص ہندو اس وقت بھی مفادات کا پجاری تھا اور آج بھی بدرجہ اتم مفادات کا غلام ہے۔‘‘(ص 144)

☆ ’’اور یوں شعوری یا غیر شعوری طور پر اور بالارادہ اسلام کے عالمی اجتماعی نظام عدل قسط کے خلاف ایک WELL-PLANNED راستہ بنایا گیا ہے تاکہ اسلام اور دوسرے الفاظ میں اسلام کے عدل اجتماعی کا راستہ روکا جا سکے اور حکمرانوں کی لوٹ کھسوٹ کے ساتھ وسائل اور حکومتوں پر ناجائز قبضہ قائم و دائم رہے۔‘‘(ص)

10 ویں باب میں کا عنوان ہے: پاک بھارت، موجودہ ہندو مسلم کشاکش اور پاکستان کا مستقبل۔

ہندوا کھنڈ بھارت کا خواب دیکھ رہے ہیں خاکم بدہن وہ پاکستان کو مٹا دینا چاہتے ہیں لیکن اہل پاکستان کی بہت بڑی تعداد اس کے نظریاتی وجود کیلئے ہر قسم کی قربانی دینے پر آمادہ ہے۔

☆ ''اس طبقہ کے لوگ گزشتہ ایک صدی سے (پہلے برطانوی اور اب) امریکی حکومتوں سے گٹھ جوڑ رکھتے ہیں اور مراعات لیتے ہیں اور انہوں نے ملک کے اندر اور بیرون ملک میں اپنے اثاثے خوب بڑھالیے ہیں۔ ان کی اُٹھان اور سیاست اکثر و بیشتر امریکی امداد ہی کے زور پر ہے۔ ان میں سے بعض نے NGO's کے نام سے ادارے بنا رکھے ہیں جو براہِ راست امریکہ سے رقوم وصول کرتے ہیں اور ملک دشمن سرگرمیوں میں ملوث ہیں۔'' (ص162)

☆ ''ہمارے نزدیک بھارتی حکومتوں کا اپنے عوام کے لئے کچھ نہ کرسکنا ہندومت یا جین مت میں ذات پات کی تقسیم ہے جسے قبول کرلیا گیا ہے۔'' (ص164)

☆ ''اللہ کے دین سے منہ موڑے ہوئے لوگوں کا واپس اسی دین میں آجانا ہوگا یہ کسی کی ہار اور کسی کی جیت نہیں ہوگی۔'' (ص166)

پاکستان کا مستقبل روشن ہوسکتا ہے لیکن غیر ملکی مداخلت کو روکا جائے۔

فاروقی صاحب کی اس علمی کاوش کا مقصد جنوبی ایشیا اور عالمی امن کا استحکام ہے۔ نفرت، جنگ، رسم و ریت کسی مسئلے کا حل نہیں ہے۔

انسان الہامی ہدایت کا محتاج رہا ہے اور آج بھی ہے سائنس مادی علوم میں بے مثال ترقی اس ربانی ہدایت کی اہمیت دو چند کیے جاتی ہے۔ پھر ایک مسلمان کے لئے اس کے رب کی رحمت دو جہاں کا حکم حرف آخر ہے۔ ہند میں مسلمانوں نے ہندووں کے ساتھ فراخ دلانہ حسن سلوک روا رکھا جواب میں نفرت اور زندگی سے نجات ان کا وطیرہ رہا ہے۔ اس میں تبدیلی آنی چاہئے۔

علم انسان کو تقویٰ کے راستے معبود برحق کی اطاعت پر آمادہ کرتا ہے۔ ماضی میں دونوں اقوام کیا کرتی ہیں وہ تاریخ کے صفحات پر محفوظ ہے۔ اس خصوصی اشاعت کا مقصد کمترین یہ سمجھا ہے کہ ہندوؤں کو انتہا پسندی سے اعتدال پسندی کی طرف لایا جائے۔ بلاوجہ کی نفرت ختم ہونی چاہئے۔ پسے طبقات اقلیتوں کو جان مال اور معاشی مفادات میں ان کا جائز حق دیا جانا چاہئے۔

سیکولر کے دلدادہ کتنی ہی ناک بھنویں چڑھائیں ہر وہ تہذیب جن کی بنیاد انکارِ خدا پر

ہےاس کا مقابلہ اسلامی تہذیب سے ہو کر رہے گا۔ مسلمانوں کو اپنے کردار عمل سے دوسروں کو ابدی راحت کی طرف بلانا ہوگا۔ اس خصوصی اشاعت کا ہر صفحہ بلکہ ہر سطر لائق مطالعہ ہے۔ فاضل محقق و تجزیہ نگار دلی مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ملک کے تمام اعلیٰ تعلیمی اداروں، وکلاء، صحافی حضرات تک اس اشاعت کو پہنچایا جانا فرض ہے۔

02۔ پروفیسر محمد الیاس اعظمی، اسلامی تحقیقاتی لائبریری، کوٹ اعظم خان، قصور

آپ کی زیر ادارت نکلنے والا موقر جریدہ ''حکمت بالغہ'' تقریباً ہر ماہ نظر نواز ہو کر دعوتِ مطالعہ دیتا ہے اور فکر و نظر کو ایک نئی روشنی عطا کرتا ہے۔ اس وقت خصوصی شمارہ ''جنوبی ایشیا میں ہندو مسلم نظریاتی کشاکش'' کا مطالعہ نظروں کو خیرہ کر رہا ہے۔ یہ بات بلا مبالغہ عرض کر رہا ہوں کہ ہر مضمون وقیع اور ہر سطر اپنے اندر معلومات کا خزانہ سموئے ہوئے ہے۔ ایک طالب علم کی حیثیت سے زیر نظر خصوصی اشاعت کے مطالعہ سے سطح ذہن پر مرتب ہونے والے اثرات کو اگر سینۂ قرطاس پر منتقل کیا جائے تو اس کی صورت گری یوں سامنے آتی ہے۔

☆ قرآن وسنت اور تاریخ پر مشتمل مضامین کا ایک حسین گلدستہ گل چین کے ذوق انتخاب کا شاہد عادل ہے۔

☆ موضوع کے حوالے سے ضخیم کتابوں کا عطر جس کو پڑھتے ہوئے قاری ان کی خوشبو سے مشام روح کو معطر پاتا ہے۔

☆ ہندو قوم اور ہندو مذہب سے متعلق مختصر مگر جامع تاریخ جس کو قاری تھوڑے سے وقت میں پڑھ کر صدیوں کی تاریخ سے آگاہی حاصل کر لیتا ہے۔

☆ مضامین ہندی ذہنیت کو آشکار کرتے ہوئے حقیقت تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ ہیں۔

☆ ہندو معاشرتی فلسفہ ذات پات اور معاشرے کمزور طبقات کی معاشرتی حیثیت کو واضح کرتے ہوئے دعوتِ مطالعہ دیتی ہوئی تحریریں قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہیں۔

☆ قاری کو اس مجموعہ مضامین کے مطالعہ سے قوموں کے عروج و زوال کے قرآنی تصور سے آشنائی حاصل ہوتی ہے۔

☆ ہندی تہذیب وثقافت کی بڑے ہی خوبصورت انداز میں تفہیم کی ایک عمدہ کوشش ہے۔

☆ جنوبی ہند میں مسلمانوں کے خلاف برطانوی استعمار اور ہندو سامراج کے اتحاد اور مسلمانوں پر مظالم کی داستان کو بڑی ہنرمندی کے ساتھ مختصر انداز میں نذر قارئین کر دیا گیا ہے جو آپ کی اختصار نویسی میں مہارت کی کھلی شہادت ہے۔

☆ کتاب کا ہر باب اپنی جامعیت کے اعتبار سے اپنے عنوان پر ایک مستقل کتابچہ کی حیثیت رکھتا ہے۔......

☆ حکمت بالغہ کا مطالعہ کرتے ہوئے میں ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہوں کہ اتنا وسیع وعمیق اور کثیر الجہتی مطالعہ اور پھر چند دنوں میں ہی اس کی ترتیب وتدوین کلمات سازی و پیرہ بندی اور جاذب نظر اشاعت یہ سرعت کار لائق تقلید وقابل تحسین ہے اس پر صرف یہی کہا جاسکتا ہے۔ ذلك فضل اللہ یوتیه من یشاء

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

پیغامِ ختم نبوۃ

مولانا مفتی عظمت اللہ سعدیؔ

زیر تبصرہ کتابچہ اسلام کے اجماعی عقیدۂ ختم نبوۃ پر نہایت مختصر مگر مدلّل تصنیف ہے۔ صاحب کتاب نے اس اساسی عقیدہ پر جس کی حفاظت تمام اہل اسلام کا بنیادی فریضہ ہے ایسی بنیادی اور چشم کشا معلومات فراہم کی ہیں جن کے مطالعہ سے ایک مسلمان قاری کا خُون جوش مارنے لگتا ہے۔ خصوصاً صفحہ 72 پر ''چناب نگر میں قادیانیت ترک کرنے والوں کا کوئی پرسان حال نہیں'' کے عنوان سے دلخراش واقعات تحریر کیے گئے ہیں۔ کتابچہ میں گیارہ عناوین وعرض مرتب، ختم نبوت کا معنی اور مطلب، ذرا سوچیں!، قادیانی اور دوسرے کافروں میں فرق، تعارف عالمی مجلس ختم نبوت، ختم نبوت اور اکابرین اُمت، جھوٹے مدعیانِ نبوت اور ان کے پیروکاروں کے خلاف صحابہ کرام کا جہاد، مسئلہ ختم نبوت کی بابت میں پہلی جنگ عظیم، جعلی نوٹ، سابقہ مربی کا قبول اسلام حیرت انگیز انکشافات اور قائدین عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کے تحت تحقیقی معلومات دی گئی ہیں۔ خصوصاً قادیانیوں کا سادہ لوح مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے، انہیں مرتد بنانے اور معاشی ومعاشرتی اعتبار سے تہی دست کرنے کی تمام سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔ یہ کتابچہ ہر فرد کی ضرورت، ہر گھر کی زینت اور اسلامی لائبریریوں میں اس کی موجودگی ضروری ہے۔

(ناشر: رئیس ادارہ تحقیقات اسلامیہ جامعہ عظمت المدارس العربیہ، بنوں۔ قیمت: 100 روپے)

سیرت نمبر

مجلۃ الحمد

ربیع الاوّل ۱۴۳۵ھ / فروری 2014ء

مدیر اعلیٰ: محمد خالد پیٹی والا

زیر تبصرہ ''مجلۃ الحمد'' جسے اعلیٰ ثانوی تعلیمی بورڈ کراچی کے زیر اہتمام کالجوں کے سیرت النبی ﷺ کے موضوع پر شائع ہونے والے رسائل کے مابین 2014ء کے مقابلوں میں دوم انعام سے نوازا گیا ہے۔ الحمد اکیڈمی کراچی کی ایک بھرپور علمی کاوش ہے۔ کراچی جیسے بین الاقوامی شہر کے کالجوں کے میں یہ امتیازی حیثیت دراصل اس میں دیئے گئے وہ تحقیقی مضامین ہیں جو سیرت النبی ﷺ کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ حمد و نعت کے بعد ڈاکٹر فاروق حمادہ کا مضمون ''مطالعہ سیرت کی اہمیت و ضرورت'' جس کا ترجمہ مولانا محمد ابراہیم فیضی نے کیا مجلّہ کی زینت ہے۔ جو پیغام سیرت کی تحریک میں سنام کی حیثیت کا حامل ہے۔ بقیہ مضامین میں خصوصاً سیرت طیبہ، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان، قطرے میں سمندر، آنحضرت ﷺ کا سلوک نوجوانوں کے ساتھ ڈاکٹر حمید اللہ، رسول اکرم بچپن اور جوانی، علامہ شیخ محجوب عثمان اسحاق اور رحمت للعالمین بحیثیت بلدیاتی منتظم محمد جنید انور قابل مطالعہ ہیں۔ تمام مضامین تحقیقی حوالوں سے مزین اور سیرت النبی ﷺ پر معلومات سے لبریز ہیں۔ زیر تبصرہ خصوصی اشاعت ایک نئی روایت کی عکاس اور اسلامی و عوامی کتب خانوں کی زینت بننے کے لائق ہے۔ (ناشر: الحمد اکیڈمی، خالد بن ولید روڈ، کراچی)

نصابِ مدنی رحمۃ اللہ علیہ

تجزیہ و توضیح: ڈاکٹر محمد امین

زیر تبصرہ کتاب محترم ڈاکٹر محمد امین صاحب کی تحقیقی بازیافت اور دینی مدارس کے تعلیمی نصاب کے حوالے سے گراں قدر تصنیف ہے۔ اور یہی ان کا خصوصی موضوع تحقیق ہے۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ

کو یہ احساس تھا جیسا کہ انہوں نے مقدمہ میں بیان کیا ''میں ابھی تک محسوس کر رہا ہوں کہ ہم ہندوستانی مسلمانوں کے لیے دائرۂ تصنیف و تالیف غیر مکمل ہے اور موجودہ کتابیں ہماری ضرورتوں کے لیے ایک درجہ تک ہماری زبان میں ناکافی ہیں۔'' کو پیش نظر رکھتے ہوئے 1933ء میں صوبہ بنگال و آسام کے دینی مدارس کے لیے ایک جامع نصاب مرتب کیا تھا جو اس دور میں یقیناً مثالی تھا تاہم اب ڈاکٹر صاحب نے اپنے تجزیہ و توضیح کے ساتھ از سر نو منظر عام پر لا کر مدارس دینیہ کی عصری نصابی ضروریات کو پورا کیا ہے۔

اس سے قبل السبیل کے نام سے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب تعلیمات اسلامیہ کے لیے پروفیسر سید سلیمان اشرف صدر شعبہ اسلامیات بھی ایک مجمل یادداشت پیش کر چکے تھے۔ مسلم تعلیمی مفکرین نے نصاب مدارس دینیہ پر ہمیشہ جدید تحقیقی کاوشیں کی ہیں اور دور حاضر میں دینی مدارس کے تعلیمی نصاب میں تبدیلیوں کے لیے یہ ایک رہنما کتاب ہے۔ ہم ملت اسلامیہ بالخصوص دینی مدارس کے مہتمم حضرات پاکستان میں ایک جدید اسلامی نصاب تعلیم کی جلد ترویج کے لیے دعا گو ہیں۔ تاکہ عالمی اسلامی خلافت کے لیے فدائین تیار کرنے کا کام تیز ہو سکے۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے نصاب کو عصری تقاضوں سے ہم آہنگ کر سکتے ہیں۔ دینی کتب خانوں میں اس کتاب کا وجود ناگزیر ہے۔ (ناشر: مکتبہ البرہان، علامہ اقبال ٹاؤن، لاہور)

آسان نسخے

کلام جناب اسد ملتانی مرحوم

جہاں تک کام چلتا ہو غذا سے — وہاں تک چاہیے بچنا دوا سے
اگر تجھ کو لگے جاڑوں میں سردی — تو استعمال کر انڈے کی زردی
جو ہو محسوس معدہ میں گرانی — تو چکھ لے سونف یا ادرک کا پانی
اگر خون کم بنے بلغم زیادہ — تو کھا گاجر ، چنے ، شلغم زیادہ
جو بد ہضمی میں تو چاہے اِفاقہ — تو کر لے ایک یا دو وقت کا فاقہ
جو پیچش ہے تو پیچ اس طرح کس لے — ملا کر دودھ میں لیمو کا رس لے
جگر کے بل پہ ہے انسان جیتا — اگر ضعفِ جگر ہے تو کھا پپیتا
جگر میں ہو گرمی تو دہی کھا — اگر آنتوں میں ہو خشکی تو گھی کھا
تھکن سے ہوں اگر عضلات ڈھیلے — تو فوراً دودھ گرما گرم پی لے
جو طاقت میں کم ہوتی ہو محسوس — تو پھر ملتانی مصری کی ڈلی چوس
زیادہ گر دماغی ہے تیرا کام — تو کھا ملا کر شہد بادام
اگر ہو دل کی کمزوری کا احساس — مربہ آملہ کھا اور اناس
اگر گرمی کی شدت ہو زیادہ — تو شربت پی بجائے آب سادہ
جو دُکھتا ہے گلا نزلہ کے مارے — تو کر نمکین پانی کے غرارے
اگر ہے درد سے دانتوں کے بے کل — تو انگلی سے مسوڑھوں پر نمک مل
نبی ﷺ کا قول سن با وصف و اِدراک — روزانہ تو کیا کر تازہ مسواک

جو ہے اَفکار دنیا سے پریشان
خدا کی یاد سے کر لے دل کو شادمان

(بشکریہ ماہنامہ الخیر ملتان مئی 2015ء)

فرمودۂ اقبال

فلسفہ

افکار جوانوں کے خفی ہوں کہ جلی ہوں
پوشیدہ نہیں مردِ قلندر کی نظر سے
معلوم ہیں مجھ کو ترے احوال کہ میں بھی
مدت ہوئی گزرا تھا اسی راہگذر سے
الفاظ کے پیچوں میں اُلجھتے نہیں دانا
غوّاص کو مطلب ہے صدف سے کہ گہر سے؟
پیدا ہے فقط حلقۂ اربابِ جنوں میں
وہ عقل کہ پا جاتی ہے شعلے کو شرر سے
جس معنیٔ پیچیدہ کی تصدیق کرے دل
قیمت میں بہت بڑھ کے ہے تابندہ گہر سے
یا مُردہ ہے یا نزع کی حالت میں گرفتار
جو فلسفہ لکھا نہ گیا خونِ جگر سے!

ان شاءاللہ

من الظلمات الی النور

25روزہ قرآن فہمی کورس کل وقتی

پھر سوئے حرم لے چل

مئی جون اگست 2015ء

29واں کورس 27 اپریل سے شروع ہے

30واں کورس 25 مئی تا 18 جون 2015ء

31واں کورس یکم اگست تا 25 اگست 2015ء

جس میں ترجیحاً انٹرمیڈیٹ تعلیم کے حامل طلباء، کاروباری و ملازمت پیشہ اور بے روزگار حضرات شریک ہو سکتے ہیں تاکہ قرآن مجید کے ساتھ ساتھ دیگر دینی علوم سیکھ کر عملی زندگی میں باعمل مسلمان کی زندگی بسر کر سکیں۔

معلومات کے لیے 20 روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر اس تربیتی کورس کا بروشر مفت حاصل کریں یا

hikmatbaalgha@yahoo.com پر بروشر کے حصول کے لیے درخواست ای میل کریں

اپنی فرصت کے مطابق بذریعہ فون یا ای میل نام رجسٹر کرائیں

قرآن اکیڈمی لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر

فون: 047-630861-63----0336-6778561

ای میل: hikmatbaalgha@yahoo.com